www.UrduFanz.com
141
کھانسی کا مجسمہ
محمود فاروق فرزانہ اور انسپکٹر جمشید
اشتیاق احمد

www.UrduFanz.com

## حدیث شریف

حضرت عبداللہ بن مسعود واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں مجھ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ آپ آج کی رات اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور آپ کی اُمّت آخری اُمّت ہے اور سب سے ضعیف ہے، اس لیے اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو اپنی اُمّت کی سہولت کے بارے میں کوشش کیجیے —

(ابن عرفہ، ابو نعیم، ابن عساکر)

www.UrduFanz.com

## دو باتیں

السلام علیکم!

ان دنوں میں ایک بار پھر آپ کے اعتراضات کی لپیٹ میں ہوں۔ چند اعتراض سنیئے۔ آپ آفتاب احمد کی تصویر ان کے ناولوں کے سرورق کے دوسری طرف کیوں نہیں لگاتے۔ ان کے ناول پر آپ کی تصویر کیوں لگتی ہے۔ ان کے ناول کی دو باتیں آپ کیوں لکھتے ہیں، انہیں کیوں نہیں لکھنے دیتے — آفتاب احمد آپ سے اچھی دو باتیں لکھ لیتے ہیں — ان کی لکھی ہوئی دو باتیں پڑھ کر یوں محسوس ہوا جیسے آپ کو تو دو باتیں لکھنا ہی نہیں آتیں —

اس قسم کے اور بھی اعتراضات موصول ہو رہے ہیں۔ میں ان اعتراضات کے جواب دینے کی بجائے ان اعتراضات کو دور کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بہت جلد آپ سرورق پر آفتاب احمد کی بھی تصویر دیکھیں گے۔ دو باتیں تو پہلے بھی ان

www.UrduFanz.com

سے لکھوانی شروع کر دیتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ وہ
مجھ سے بہتر دو باتیں لکھ لیتے ہیں، تو یہ خبر میرے
لیے خوشی کا باعث ہو سکتی ہے۔ اور ابھی کیا ہے،
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا، ابھی تو آپ یہ بھی
کہیں گے کہ آپ کو تو ناول لکھنا آتا ہی نہیں۔
آپ سے بہتر ناول تو آتا ہے لکھ لیتے ہیں۔ اور میں
اسی دن کے انتظار میں ہوں۔

اشتیاق احمد



# سوٹ اور ہانڈیاں

خان رحمان نے خط کھولا اور اس میں گم ہو گئے، پھر خط
ختم کرتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور بولے:
"مجھے ابھی اور اسی وقت جمشید کے پاس جانا ہو گا۔"
"خیر تو ہے ابّا جان! کیا اس خط میں کوئی خطرناک بات
درج ہے؟" حامد بولا۔
"ہاں! بہت خطرناک۔" وہ بولے۔
"تو پھر ہمیں بھی دکھائیے نا۔" سرور نے بے چین ہو کر کہا۔
"نہیں! تم پڑھ کر پریشان ہو جاؤ گے۔"
"اب تو ہم خط دیکھ کر ہی رہیں گے، ورنہ پریشانی ہمیں
کہیں کا نہ چھوڑے گی۔" ناز نے اٹھلا کر کہا۔
"بیگم۔ انہیں سمجھاؤ۔"
"میں انہیں کیا سمجھاؤں گی، میں تو خود خط پڑھنے کے لیے
بے چین ہو چکی ہوں۔" شہناز بیگم نے بُرا سا منہ بنایا۔

www.UrduFanz.com



"اوہ - یہ تو بہت بُرا ہوا ، اس سے تو بہتر تھا ، میں خط پڑھ کر جیب میں رکھ لیتا اور پھر کچھ بتائے بغیر گھر سے نکل جاتا۔" انھوں نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"لیکن اب تو آپ خط کا ذکر کر چکے ہیں اور انکل جمشید کے ہاں جانے کا بھی ، اب تو آپ کو بتانا ہی ہوگا کہ اس خط میں کیا ہے۔"

"اچھا بھائی - تم جیتے اور میں ہارا - تاہم سمجھنے کی خاطر کہتا ہوں - خط کے بارے میں کچھ نہ ہی پوچھو۔"

"مشکل ہے - اب یہ نہیں ہو سکتا۔"

"اچھا تو پھر سنو - خط تمھارے نانا جان کی طرف سے آیا ہے۔"

"جی کیا کہا - نانا جان کا خط ہے - تو پھر آپ اس خط کو لے کر انکل جمشید کے پاس کیوں جانا چاہتے ہیں ، اس کا ان سے کیا تعلق؟"

"تعلق میں پیدا کروں گا۔" وہ پھیکے انداز میں مسکرائے۔

"مہربانی فرما کر وضاحت کر دیں - ہماری بے چینی اب اور بڑھ گئی ہے۔"

"اچھا - تمھارے نانا جان کو کسی نے دھمکی آمیز خط لکھا ہے ، دھمکی بہت عجیب و غریب ہے - انھوں نے فوراً بلایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ انسپکٹر جمشید کو بھی لے کر وہاں پہنچوں۔"



"اب تو نانا جان نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے - کمی اس میں صرف یہ ہے کہ انھیں چاہیے تھا ، ہمیں بھی ساتھ لانے کے لیے لکھ دیتے - رہ گئے محمود ، فاروق اور فرزانہ - وہ تو انکل کے ساتھ جائیں گے ہی۔"

"اسی لیے میں تم لوگوں کو کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا۔" انھوں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اب تو آپ بتا چکے - لہٰذا ہم لوگ بھی ساتھ جائیں گے ، کیوں امی جان؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے - ابا جان کو کوئی دھمکی آمیز خط لکھے اور میں یہاں بیٹھی رہوں - یہ ہو ہی نہیں سکتا۔"

"اچھا بھائی - تم لوگ تیاری کرو - میں انسپکٹر جمشید سے بات کرتا ہوں۔" انھوں نے تنگ آ کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ ابا جان۔"

خان رحمان اُٹھے ہی تھے کہ طور سامنے آ کھڑا ہوا :

"تمھیں کیا ہے؟"

"میں اور ملنی بھی یہاں رہ کر کیا کریں گے۔" طور نے منہ بنایا -

"سمجھا - تم بھی ساری گفتگو سن چکے ہو - تو تم اپنے سسر کے گھر جانا چاہتے ہو - میری طرف سے اجازت ہے - تم بھی جو

www.UrduFanz.com



آؤ۔ سلمیٰ بھی کیا یاد کرے گی۔"

"جی نہیں۔ آپ غلط سمجھے۔ میں سلمیٰ کو اپنے سسر کے ہاں نہیں لے جانا چاہتا۔"

"تو پھر۔ اپنے ماں باپ کے گھر لے جانا چاہتے ہو۔"

"جی نہیں۔ آپ کے سسر کے گھر۔" ظہور بولا۔

"کیا کہا۔ تم بھی ہمارے ساتھ جانا چاہتے ہو۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں۔ انہیں بھی تو میرے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کھانے چاہییں۔" ظہور نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر تم نے وہاں ہانڈیاں جلانا شروع کر دیں۔"

"اور ان کے سوٹ بھی جلانا شروع کر دیے تو۔" شہناز بیگم نے گھبرا کر کہا۔

"فکر نہ کریں۔ وہاں یہ دونوں کام نہیں ہوں گے۔"

"کیا مطلب۔ یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ کیا تم یہاں جان بوجھ کر ہانڈیاں اور سوٹ جلاتے ہو؟"

"ج۔ جی۔ ہاں۔ ن۔ نہیں۔" وہ گھبرا گیا۔

"یہ تم نے ہاں کہا ہے یا نہیں۔" خان رحمان نے اسے گھیرا۔

"ففٹی ففٹی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"



"آدھی ہاں اور آدھی نہیں۔" ظہور نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو۔ صاف صاف کہو۔"

"یہ کہ کبھی کبھی میں ہانڈی اور سوٹ جان بوجھ کر بھی جلا دیتا ہوں۔"

"کیا مطلب۔ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔" شہناز بیگم نے چلّا کر کہا۔

"ج۔ جی۔ وہ۔ بات دراصل یہ ہے کہ۔" وہ اٹکنے لگا۔

"ہاں ہاں۔ کہو۔ بات دراصل کیا ہے؟"

"یہ کہ۔ کان پکڑے بغیر میرا بھی گزارا نہیں۔"

"اوہ۔" خان رحمان دھک سے رہ گئے۔ آخر بولے:

"اچھا خیر۔ تمہیں اجازت ہے۔ کبھی کبھار سوٹ یا ہانڈی جلا دیا کرو۔"

"ارے ارے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" شہناز بیگم نے جھنا کر کہا۔

"کیا کیا جائے بیگم مجبوری ہے۔ اس کا سوٹ جلائے بغیر گزارا نہیں، کیوں کہ یہ کان پکڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"اوہو۔ تو اس کے لیے سوٹ اور ہانڈیاں جلوانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسے یوں ہی کان پکڑا دیا کریں۔ بلکہ اس کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ خود ہی اپنے کمرے میں جا کر پکڑ لیا کرے کان۔"

www.UrduFanz.com



"نہیں بیگم۔ کم از کم اس طرح مجھے تو ہرگز مزا نہیں آئے گا۔ کیوں ظہور تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بالکل وہی۔ جو آپ کا۔ مجھے بھی اس طرح مزا نہیں آئے گا۔"

"آپ دونوں کے دماغ تو بالکل خیریت سے ہیں نا۔ ان میں کوئی گڑبڑ تو نہیں؟" شہناز بیگم نے بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"فکر نہ کرو بیگم۔ ہم بالکل ٹھیک ہیں۔ بس تم سب تیاری کرو، میں ذرا جمشید سے بات کر آؤں۔"

انھوں نے کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے باہر نکل گئے۔

*

"آسمان پر چھائے ہوئے بادل کچھ کہہ رہے ہیں۔" فاروق نے گنگنا کر کہا۔

"بادلوں کی زبان تو تم ہی سمجھ سکتے ہو۔ ترجمہ کر دو۔" محمود نے جل کر کہا۔

"یہ کہہ رہے ہیں، ایسے موسم میں گھر میں بیٹھنے والے بدذوق ہوتے ہیں۔"



"کیا تمہارا اشارہ اپنی اور ہماری طرف ہے؟"

"نہیں۔ تمام ایسے لوگوں کی طرف جو اتنے خوب صورت موسم میں گھروں میں رہتے ہیں۔"

"ابا جان سے بات کرو۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"ڈر لگتا ہے۔"

"کس سے، ابا جان سے؟" محمود نے پوچھا۔

"نہیں۔ اپنے آپ سے۔ جب بھی میں باہر نکلنے کا پروگرام بناتا ہوں، کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔"

"تو پھر چھوڑو۔ کیوں پروگرام بناتے ہو۔"

"مشکل تو یہی ہے۔ پروگرام بنائے بغیر بھی چارہ نہیں۔ ورنہ موسم کیا کہے گا۔"

"اوہو۔ تو موسم بھی تم سے باتیں کرتا ہے؟" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ایک موسم ہی کیا۔ مجھ سے تو نہ جانے کیا کیا چیزیں باتیں کرتی ہیں۔"

"کچھ بتاؤ بھی تو۔ پروگرام کیا سوچا ہے؟"

"صرف اتنا کہ کہیں نکل چلیں اور بس۔ اس سے غرض نہیں کہ کہاں نکل چلیں۔"

اسی وقت گھنٹی بجی۔ وہ چونک اٹھے۔

www.UrduFanz.com



"ہاں ، یہ تو پروفیسر انکل کا انداز ہے۔"

"تو اس میں چونک پڑنے کی کیا بات ہے۔ انھوں نے ہمارے ہاں آنا چھوڑ تو نہیں دیا۔" بیگم جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"میں دروازہ کھول دوں پہلے۔" محمود نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ جلد ہی وہ پروفیسر صاحب کے ساتھ آتا نظر آیا۔

"السلام علیکم۔ انکل۔"

"وعلیکم السلام۔ جمشید کہاں ہے؟"

"جی ابھی ابھی دفتر سے آئے ہیں۔ غسل خانے میں ہیں۔ بس آنے ہی والے ہوں گے۔ خیریت تو ہے؟"

"ہاں۔ بالکل خیریت ہے۔ فکر نہ کرو۔"

اسی وقت انسپکٹر جمشید صحن میں پہنچ گئے۔

"السلام علیکم۔ آج تو کچھ بانٹنا چاہیے۔" وہ بولے۔

"تو بانٹ دو بھئی۔ روکا کس نے ہے۔" پروفیسر داؤد مسکرا دیے۔

"بانٹنے کا کام بھی ہو جائے گا۔ پہلے تو آپ فرمائیے۔ ہماری یاد کس طرح آ گئی۔"

"مجھے ابھی ابھی ایک فون ملا ہے۔ اس کے مطابق تم لوگ کہیں جانے والے ہو۔"

"کیا فرمایا۔ ہم کہیں جانے والے ہیں۔"



"ہاں ! اس نے فون پر یہی کہا تھا۔"

"عجیب بات ہے۔ اس نامعلوم آدمی کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی کہ ہم لوگ کہیں جانے والے ہیں۔ جب کہ ہمارا ابھی تک ایسا کوئی پروگرام نہیں بنا۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ تو وہی بتا سکتا ہے۔" پروفیسر داؤد نے کندھے اچکائے۔

"خیر۔ آپ تشریف تو رکھیے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ ہم کہیں باہر جانے کا پروگرام بنا لیں تو ہم اس کی خواہش ضرور پوری کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ابا جان۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"واقعی جمشید۔ یہ تو عقل مندی نہیں ہو گی۔ اس کے جواب میں تو دارالحکومت سے کہیں نہ جانا عقل مندی ہے۔"

"میں اپنے دشمنوں کو مایوس کرنے کا عادی نہیں۔" وہ مسکرائے۔

اسی وقت دروازے کی گھنٹی پھر بجی۔ وہ ایک بار پھر چونک اٹھے۔

"اوہو۔ یہ تو خان رحمان ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ، انھیں بھی کوئی فون ملا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"محمود۔ جلدی دروازہ کھولو۔" انسپکٹر جمشید نے بے تابانہ لہجے

www.UrduFanz.com



میں کہا۔

جلد ہی خان رحمان کی صورت نظر آئی:

"تو کیا انکل ۔آپ کو بھی کسی نامعلوم آدمی کا فون ملا ہے"؟ فاروق بول اٹھا۔

"نامعلوم آدمی کا فون ۔میں سمجھا نہیں"۔ انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو ۔ ہمارا خیال غلط نکلا۔آپ کو فون نہیں ملا"۔ محمود نے کہا۔

"بات کیا ہے بھئی"۔

"پروفیسر انکل ابھی ابھی آئے ہیں۔آپ سے چند منٹ پہلے، انھیں کسی نے فون کیا ہے کہ ہم لوگ کہیں باہر جانے والے ہیں"۔

"ارے ۔ تو کیا واقعی یہ بات ہے۔تم لوگ کہیں جانے کے لیے پر تول رہے ہو"۔ خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں"۔

"تب پھر مجھے اس فون کرنے والے پر حیرت ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"کیا مطلب۔اس میں حیرت کی کیا بات ہے"۔

"حیرت کی بات یہ ہے کہ تم لوگوں کو واقعی کہیں جانا ہوگا"۔



"ہمیں کہیں جانا ہوگا۔ یہ کیا بات ہوئی۔ ابھی ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کو کسی نامعلوم آدمی کا فون نہیں ملا"۔ محمود بولا۔

"اور میں نے ٹھیک کہا تھا ۔ مجھے کسی نامعلوم آدمی کا فون نہیں ملا ۔البتہ میرے سسر نے مجھے خط ضرور لکھا ہے"۔

"سسر صاحب نے خط لکھا ہے ۔ تو انکل اس میں کیا نئی بات ہے ۔ سسر صاحبان تو خط لکھا ہی کرتے ہیں"۔ فاروق بولا۔

"اور اس خط میں انھوں نے لکھا ہے کہ انھیں ایک عدد دھمکی آمیز خط ملا ہے"۔

"جی کیا فرمایا۔آپ کے سسر صاحب کو کسی نے دھمکی آمیز خط لکھا ہے"۔

"ہاں۔اسی لیے میں یہاں آیا ہوں۔تم لوگوں کو ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا۔بلکہ میرے ساتھ نہیں۔ ہمارے ساتھ ۔ میرے گھر کے سبھی افراد بھی چلنے کے لیے تیار ہیں"۔

"اوہ! تو یہ بات ہے ، پھر تو اس نامعلوم آدمی نے فون پر پروفیسر انکل کو غلط اطلاع نہیں دی"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن بہت عجیب ہے۔ آخر وہ نامعلوم آدمی کون ہے"؟ فاروق بولا۔

www.UrduFanz.com



"اور یہ کیوں چاہتا ہے کہ پروفیسر انکل بھی ہمارے ساتھ چلے جائیں۔ انکل۔ تجربہ گاہ کی حفاظت کے انتظامات تو ٹھیک ٹھاک ہیں نا؟"

"ہاں! میں نے اپنے طور پر جو انتظامات کر رکھے ہیں، میں ان سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ پولیس اور فوج کے پہرے کا تو میں قائل ہی نہیں اور یہ بات تم جانتے ہی ہو۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"جی ہاں! ایک اور عجیب بات یہ کہ اسے یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی کہ انکل خان رحمان ہمیں لے جانے کے لیے پہنچنے والے ہیں؟"

"یہ بات صرف اس طرح ممکن ہے کہ یا تو وہ خود دھمکی آمیز خط لکھنے والا ہے یا دھمکی آمیز خط لکھنے والے سے اس کا کوئی تعلق ہے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"بالکل ٹھیک فرزانہ۔ میں تمھارے اس خیال سے بالکل متفق ہوں۔" انسپکٹر جمشید پُر جوش انداز میں بولے۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ کیا سب کے سب انکل خان رحمان کے سسر کے ہاں چلے جائیں۔ اس طرح دارالحکومت میں تو کوئی بھی نہیں رہ جائے گا۔ کیا خبر دھمکی دینے والا یہی چاہتا ہو اور ہماری غیر حاضری میں کوئی کام دکھا جانا چاہتا ہو؟"



"زیادہ امکان اسی بات کا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"پھر آپ کیا کہتے ہیں۔ کیا کیا جائے؟" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہی میں سوچ رہا ہوں کہ کیا کروں۔" وہ بولے۔

"میں بتاؤں جمشید؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"ضرور۔ کیوں نہیں!"

"تم اور میں یہیں ٹھہریں گے۔ خان رحمان ان تینوں کو اپنے سسرال لے جائیں۔ یہ وہاں دھمکی آمیز خط لکھنے والے کا سراغ لگائیں اور ہم یہاں رہ کر حالات کا جائزہ لیں۔" انھوں نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حالات میں اس سے بہتر کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی۔ بشرطیکہ خان رحمان کو کوئی اعتراض نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھا۔

"اعتراض ہے اور بہت ہے۔" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"وہ کیا؟"

"میرے سسر صاحب نے خاص طور پر انسپکٹر جمشید کو لانے کے لیے لکھا ہے۔ اگر یہ نہ گئے تو انھیں مایوسی ہو گی۔ اور میں انھیں مایوس نہیں دیکھ سکتا۔ وہ دل کے مریض ہیں، اس بات کو زیادہ ہی نہ محسوس کر ڈالیں۔"

www.UrduFanz.com



"تب پھر محمود، فاروق اور فرزانہ یہاں رہیں گے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"یہ بھی نہیں ہو سکتا، کیوں کہ سسر صاحب نے ان تینوں کو بھی ساتھ لانے کے لیے لکھا ہے۔" انھوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"تب پھر یہاں کا کیا کیا جائے؟"

"ہو سکتا ہے۔ ہم کسی بہت بڑے وہم کا شکار ہوں۔ وہ نامعلوم آدمی میرے سسرال کے شہر سے بھی تو فون کر سکتا تھا، تاکہ سب لوگ وہاں جمع ہو جائیں۔" خان رحمان نے پتے کی بات کی۔

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"واقعی! اس پہلو کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ اس کا امکان ہے کہ یہ فون اسی دھمکی دینے والے نے کیا ہو۔"

"ہوں۔ اب تو ممکن صرف یہی بات نظر آ رہی ہے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"تب پھر۔ ہم سب خان رحمان کے ساتھ چلیں گے۔ جو ہوگا، دیکھا جائے گا۔ یہاں اگر کوئی گڑبڑ ہوئی، اس سے پھر نمٹ لیا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"وہ مارا۔ ہم سب یہی چاہتے ہیں۔" فاروق نے بازو لہرایا۔



اور وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے، ایسے میں بیگم جمشید کی آواز نے ان کے اٹھتے قدم روک لیے:

"یہ بے عدلی ہے۔" انھوں نے یہ جملہ چلّا کر کہا۔

"کیا کہا۔ کہاں ہے بے عدلی۔" محمود بولا۔

"آپ سب جا رہے ہیں۔ تو میں یہاں رہ کر کیا کروں گی۔"

"ہاں۔ لیکن بیگم۔ تم تو ہمیشہ گھر میں رہنا پسند کرتی ہو۔"

"لیکن اس بار نہیں کروں گی۔ اس لیے کہ شہناز بہن بھی تو جا رہی ہیں۔"

"تو پھر۔ میں نے کیا قصور کیا ہے۔"

دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ وہ سب گھبرا کر مڑے، وہاں بیگم شیرازی کھڑی تھیں۔

www.UrduFanz.com



# دھمکی

وہ تین کاروں میں روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے سے پہلے انسپکٹر جمشید نے اکرام کو بلا کر چند ہدایات دیں۔ اسے ساری بات بھی تفصیل سے بتا دی تھی۔ اور سب سے اہم ہدایت یہ تھی کہ اگر شہر میں کوئی اہم نوعیت کی واردات یا واقعہ ہو جائے تو انھیں فوراً فون کر دیا جائے۔ فون نمبر اور خان رحمان کے سسر کا پتا انھوں نے اکرام کو نوٹ کرا دیا تھا۔ پروفیسر داؤد شائستہ کو ساتھ لینا نہیں بھولے تھے۔

ایک کار میں سب بچے ٹھنس گئے۔ یہ کار خان رحمان کی تھی اور وہی اسے چلا رہے تھے۔ انسپکٹر جمشید کی کار میں تینوں عورتیں تھیں، پروفیسر داؤد کے حصے میں محمود اور سلمیٰ آئے تھے۔

تین گھنٹے کے سفر کے بعد آخر وہ خان رحمان کے سسرال پہنچ گئے۔ یہاں آنے کا اتفاق انھیں پہلی مرتبہ ہوا تھا۔



اس وقت انھیں پتا چلا کہ خان رحمان کے سسر اس علاقے کے بہت مشہور آدمی ہیں۔ ان کا نام نواب فرقان ہے۔ وہ اگرچہ بوڑھے ہو چکے تھے، لیکن ان کی صحت بہت اچھی تھی۔ انھوں نے نہایت گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔ اور انھیں اپنی شان دار اور بڑی حویلی کے ڈرائنگ روم میں لے آئے۔ اطمینان سے بیٹھنے کے بعد انھوں نے کہا:

"سب سے پہلے تو میں اپنے بچوں سے آپ کو ملوا دوں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میرے تین بیٹے ہیں۔ تینوں شہناز سے چھوٹے ہیں، تینوں کی شادی ہو چکی ہے، لیکن ان تینوں کے ہی کوئی اولاد نہیں ہے۔ یہ بات نہیں کہ اولاد ہوئی نہیں۔ اولاد تو تینوں کے ہو چکی ہے، لیکن ہر مرتبہ مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ہم اس بات کو اللہ کی مرضی ہی کہ سکتے ہیں۔ میں اپنے تینوں بیٹوں کی دلہنیں ایک ہی گھر سے لایا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ تینوں بھی آپس میں بہنیں ہیں۔ لیجیے۔ وہ آ گئے۔"

انھوں نے دیکھا۔ تین نوجوان مرد اور تین نوجوان عورتیں شرمائے شرمائے سے اندر داخل ہو رہے ہیں۔ نواب فرقان کے تینوں بیٹے لمبے چوڑے اور صحت مند تھے۔ ان کی دلہنیں بھی صحت مند تھیں۔

www.UrduFanz.com



"اب میں ان کے نام بتاتا ہوں۔ یہ اختر ہے۔ یہ شاکر اور یہ رؤف۔ ان کی بیویوں کے نام خالدہ، صفیہ اور چندا ہیں۔ بس یہی میرا کل خاندان ہے۔ ان کے علاوہ گھر میں دو ملازم ہیں۔ ان کے نام خان بہادر اور یار جنگ ہیں۔ یہ دونوں ریٹائرڈ فوجی ہیں اور بہت جاں نثار ہیں۔ ان سے پہلے جو ملازم رکھے تھے۔ انہوں نے کئی بار چوریاں کیں، اس لیے انہیں نکال دینا پڑا۔ خان بہادر اور یار جنگ ابھی چائے لے کر آئیں گے تو آپ انہیں بھی دیکھ لیں گے" یہاں تک کہہ کر نواب فرقان خاموش ہو گئے۔

"یہ تو تھا آپ کا تعارف۔ اب میں ان سب کا تعارف کراتا ہوں" خان رحمان بولے اور سب کے نام گنوا دیے۔

اسی وقت دونوں ملازم چائے کے برتن اٹھائے اندر آ گئے۔ ان کی مونچھیں بہت خوف ناک قسم کی تھیں اور چہرے بہت رعب دار تھے۔ آخر چائے شروع ہوئی۔ چائے سے فارغ ہوئے تو انسپکٹر جمشید بولے:

"اب آپ مہربانی فرما کر ہمیں وہ خط دکھائیں جو آپ کو ملا ہے۔"

"خان بہادر۔ وہ خط لے آؤ۔" نواب فرقان نے کہا اور [illegible] والا ملازم کمرے سے چلا گیا۔ دوسرے کا رنگ



صاف تھا۔ گویا وہ یار جنگ تھا۔

"کیا یہ دونوں بھائی ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"کک۔ کون؟" نواب فرقان نے ہکلا کر پوچھا۔

"یہی دونوں ملازم۔"

"آپ نے یہ بات کس طرح جانی۔ ان کی شکل صورت تو بالکل مختلف ہے۔"

"ہاں! شکل صورت اور رنگت ان کی ضرور مختلف ہے۔ قد و قامت میں بھی فرق ہے، لیکن ان کی چال ڈھال بالکل ایک جیسی ہے۔"

"آپ کا اندازہ بالکل درست ہے۔ یہ دونوں سگے بھائی ہیں، اور یہ بات پہلی مرتبہ آپ نے محسوس کی ہے۔ آج سے پہلے کوئی یہ بات محسوس نہیں کر سکا۔" نواب فرقان کے لہجے میں حیرت تھی۔ یار جنگ بھی کم حیران نہیں تھا۔

"تو یہ دونوں فوج میں تھے۔ کیوں بھئی۔ کس بٹالین میں تھے آپ لوگ؟"

"راجپوت بٹالین۔" یار جنگ نے کہا۔

"کبھی کسی محاذ پر لڑے بھی تھے؟"

"جی ہاں۔ دو دفعہ ہمیں لڑنے کا موقع ملا۔ شاردستان کی مشرقی سرحد پر اور شاردستان کی ... سرحد پر جھالا سیکٹر میں

www.UrduFanz.com



لڑنا پڑا تھا۔"

"ہوں۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد تم نے اور کس کس جگہ ملازمت کی؟"

"جی ہی۔ سیدھے یہیں آ گئے تھے اور اتفاق کی بات کہ ملازمت بھی فوراً مل گئی تھی۔"

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ خان بہادر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔

"یہ اچھی بات ہے کہ آپ نے لفافہ ضائع نہیں کیا۔" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

خان بہادر نے لفافہ لا کر نواب فرقان کے ہاتھ میں دے دیا۔ انھوں نے اس میں سے خط نکالا اور بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا:

"ڈیئر نواب فرقان!

تم اس وقت نوّے سال کی زندگی گزار چکے ہو اور ابھی تک پوری طرح صحت مند چلے آ رہے ہو، یوں لگتا ہے جیسے ابھی تمھارا مرنے کا کوئی پروگرام نہیں۔ مہربانی فرما کر یا تو جلد از جلد مر جاؤ۔ اور اگر مرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر اپنا سب کچھ بیٹوں کو سونپ کر حج کرنے چلے جاؤ اور وہاں سے واپس نہ آؤ۔ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے زندگی کے باقی



دن پورے کر لو۔ ماہوار خرچ تمھیں یہاں سے ملتا رہے گا۔ اگر تم نے میری اس تجویز پر عمل نہ کیا تو تمھیں موت کے گھاٹ اتارنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔ لوگ ان دنوں حج کی درخواستیں دے رہے ہیں۔ درخواستیں دینے کی آخری تاریخ اس ماہ کی آخری تاریخ ہے۔ اگر آخری تاریخ تک بھی تم نے درخواست نہ دی تو دوسرے دن تمھارا کام تمام کر دیا جائے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت تمھیں نہیں بچا سکے گی۔ اگر زندگی چاہتے ہو اور قدرتی موت مرنا منظور ہے تو فوراً حج کی درخواست دے دو۔ اس علاقے سے بہت کم لوگوں نے درخواستیں دی ہیں، لہٰذا تمھاری درخواست ہر حال میں منظور ہو جائے گی۔ بس پھر تم لوٹ کر نہ آنا۔ یہی میری آرزو ہے۔ یہی ہے تمنا۔ وہاں تم آسانی سے شہرت حاصل کر سکو گے۔ تمھارے کئی عرب دوست وہاں موجود ہیں اور وہ بڑے بڑے عہدوں پر لگے ہوئے ہیں۔ ان کے ذریعے تم نے ٹھیکے بھی حاصل کیے تھے۔

اس دھمکی کو مذاق خیال نہ کرنا۔ میں تمھارا جانی دشمن ہوں اور اب مزید اس سرزمین پر تمھارا وجود

www.UrduFanz.com



برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ سوچنے اور دماغ کو پریشان
کرنے کی بھی ضرورت نہیں کہ میں کون ہوں۔
تم زندگی کے آخری سانس تک بھی سوچتے رہو،
تب بھی نہیں جان سکو گے کہ میں کون ہوں، نہ
ہی پولیس یا کسی دوسرے سراغ رساں کو بلانے
کی کوشش کرنا۔ ایسی کسی کوشش کا انجام بھی موت
ہی ہوگا۔ تمھارے لیے ایک اور صرف ایک راستا
ہے۔ اور وہ یہ کہ یہاں سے چلے جاؤ، لیکن جانے
سے پہلے اپنا سب کچھ اپنے لڑکوں کے حوالے کر جانا۔
میری اس تجویز پر عمل کرنے میں ہی تمھاری اور تمھارے
گھرانے کی بھلائی ہے۔

فقط

تمھارا دشمن۔"

انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔ کمرے میں موت کا سا سناٹا چھا
گیا۔ اتنا عجیب و غریب خط شاید انھوں نے زندگی میں کبھی
نہیں سنا تھا۔

*



چند لمحے تک مکمل خاموشی طاری رہی۔ آخر نواب فرقان کی
آواز ابھری:

"یہ ہے وہ خط۔ اور آج مہینے کی آخری تاریخ ہے۔ گویا کل
تک وہ مجھے ختم کر دے گا۔"

"کیا آپ حج کر چکے ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی کیا مطلب۔ آپ کا یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔"
نواب فرقان نے کہا۔

"میں نے صرف یہی پوچھا ہے کہ کیا آپ حج کر چکے ہیں؟"

"جی ہاں! کئی بار۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔" وہ بولے۔

"کیا ٹھیک ہے؟"

"اگر آپ حج نہ کر چکے ہوتے تو میں یہی مشورہ دیتا کہ
آپ پہلے حج کر آئیں، کیوں کہ صاحب مال کے لیے حج
فرض ہے۔ اگر وہ حج نہ کرے تو حدیث کے مطابق ایسا ہو
گا جیسے یہودی اور نصرانی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"خیر آپ حج کر چکے ہیں اور اب اس کی دھمکی میں نہیں آنا
چاہیے۔ اس لیے آپ نے ہمیں بلایا ہے۔ ادھر اس کا دعویٰ
ہے کہ وہ آخری تاریخ سے اگلے دن آپ کو ختم کر دے گا۔

www.UrduFanz.com



اسے معلوم ہو ہی چکا ہو گا کہ آپ نے درخواست نہیں دی، لہٰذا ہمیں اس کی دھمکی پر غور کرنا پڑے گا۔ اور بہت سنجیدگی سے غور کرنا پڑے گا۔ سب سے پہلے تو یہ بتائیں کہ یہاں آپ کا دشمن کون ہے؟"

"کوئی بھی نہیں۔" وہ بولے۔

"کیا آپ کو اچھی طرح یقین ہے کہ آپ کا کوئی دشمن نہیں۔"

"جی ہاں۔ بالکل نہیں۔ میں نے آج تک کسی سے کوئی برائی نہیں کی۔"

"دشمن صرف برائی کرنے سے ہی نہیں پیدا ہو جاتے۔ حسد کی وجہ سے بھی ہو سکتے ہیں۔ خیر ہمارے پاس مجرم کے ہاتھ کی تحریر موجود ہے، یہ ہمارے بہت کام آئے گی۔ سب سے پہلا کام یہ کریں کہ گھر کے سب افراد اپنے ہاتھ سے ایک ایک تحریر لکھ کر دے دیں۔ تاکہ ہم اس خط کی تحریر سے ملا کر دیکھ سکیں۔"

"جی۔ کیا مطلب۔ گھر کے افراد۔" بڑے بیٹے اختر نے بوکھلا کر کہا۔

"جی ہاں! پہلا کام تو یہی کرنا ہو گا۔"

"لیکن بھلا گھر کے افراد کی تحریر آپ کے کس کام آ سکتی ہے۔ ہم میں سے تو کسی کے مجرم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"



شاکر نے جلدی سے کہا۔

"یہ سوچنا آپ کا کام نہیں۔ میرا کام ہے کہ مجرم کون ہو سکتا ہے اور کون نہیں۔ نواب صاحب۔ سب لوگوں کو ہدایت کریں کہ وہ تحریر لکھ کر دے دیں۔"

"چلو بھئی۔ لکھو تحریر۔ تمہیں کس بات کا ڈر ہے جب تم مجرم ہو ہی نہیں۔"

"ہاں اور کیا۔" رؤف نے فوراً کہا۔

"اور نواب فرقان صاحب۔ معاف کیجیے گا۔ آپ بھی اپنے ہاتھ کی تحریر دے دیں۔"

"کیا کہا۔ میں بھی تحریر لکھ دوں۔" نواب فرقان کا مارے حیرت کے برا حال تھا۔

"جی ہاں! یہ بہت ضروری ہے۔"

"کیسے۔ میں نے ہی تو آپ لوگوں کو بلایا ہے۔ مجھے ہی دھمکی آمیز خط ملا ہے۔ اس ساری جائداد کا مالک میں ہی ہوں، پھر بھلا میں نے اپنے آپ کو یہ خط کیوں لکھا ہو گا۔ یہ تو آپ نے بہت ہی عجیب بات کہ دی۔" نواب فرقان نے جلدی جلدی کہا۔

"ایسی عجیب باتیں کہنے کے ہم عادی ہیں جناب۔" فاروق نے منہ بنایا۔

www.UrduFanz.com



"خان رحمان! یہ سب کیا ہے۔ تم تو ان کی خوبیاں بیان کرتے نہیں تھکتے۔" ان کے لہجے میں ناگواری آ گئی۔

"آپ ابھی جمشید کو نہیں سمجھے۔ جو یہ کہہ رہے ہیں، وہی کریں۔ اسی میں آپ کا فائدہ ہے۔"

"تت۔ تم بھی یہ کہہ رہے ہو۔"

"جی ہاں! اس لیے کہ میں ان کے طریقۂ کار سے واقف ہوں۔"

"اچھا۔ جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔ میں بھی تحریر لکھے دیتا ہوں۔"

"اور بہتر تو یہ ہو گا کہ سب لوگ اس خط کی ہی نقل کر دیں۔ جب سب لوگ تحریر مکمل کر لیں تو ہمیں پہنچا دیں۔ اور اب مہربانی فرما کر ہم لوگوں کے کمرے ہمیں دکھا دیں تاکہ ہم ذرا دیر کے لیے ستا لیں۔ اس کے بعد تو ہمیں شاید ہی فرصت نصیب ہو گی۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے، ان کے ساتھ دوسرے بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ دونوں ملازم انہیں لے کر ایک برآمدے میں آ گئے۔ خان بہادر نے کہا:

"اس برآمدے کے پیچھے کمرے آپ لوگوں کے لیے ہیں، امید ہے، کافی ہوں گے۔"



"کافی سے بھی زیادہ، بہت بہت شکریہ۔"

"تو پھر ہم چلتے ہیں، کیوں کہ ہمیں بھی تو تحریر لکھنی ہو گی۔"

"ہاں بالکل۔ یہ بہت ضروری ہے۔" انھوں نے کہا

ملازم چلے گئے۔ تب انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا:

"کیوں بھئی۔ اب کمروں کی تقسیم کس طرح ہو گی؟"

"بچہ پارٹی ایک کمرے میں، خواتین پارٹی دوسرے کمرے میں اور مرد حضرات تیسرے کمرے میں۔" فاروق نے گویا اعلان کیا۔

اور وہ مسکراتے ہوئے تین کمروں میں داخل ہو گئے، پھر محمود کی بلند آواز کانوں سے ٹکرائی:

"ارے یہ کیا!!!"

انسپکٹر جمشید تیزی سے اپنے کمرے سے نکلے اور ان کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ خواتین بھی وہیں آ گئیں۔

ان سب نے دیکھا۔ کمرے کے اندر بچھے ایک بستر کی سفید چادر میں ایک خنجر دستے تک دھنسا ہوا تھا اور اس میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ پرو دیا گیا تھا۔ خان رحمان نے جلدی سے خنجر کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ انسپکٹر جمشید بول

www.UrduFanz.com



اُٹھے:

"نہیں خان رحمان۔ تم اسے ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

خان رحمان ٹھٹک کر رُک گئے۔ انسپکٹر جمشید نے رُومال کی مدد سے خنجر بستر سے نکالا اور کاغذ اس سے الگ کر لیا، اسے کھولا تو ایک مختصر تحریر نظر آئی۔

## پہلا وار

"یا اللہ رحم۔ تحریر پر تحریر۔ ابھی ایک تحریر سے فارغ نہیں ہوئے کہ دُوسری پلّے پڑ گئی۔" فارُوق نے منہ بنایا۔

"ابھی کیا ہے۔ آگے آگے دیکھنا۔ ہوتا ہے کیا۔ یہاں تو تحریروں کی بارش ہو گی۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"یہ ہمارے انکل کے سُسر صاحب کا گھر ہے۔ تحریروں کی بارش کا گھر نہیں۔" محمود بولا۔

"خاموش، میں اس تحریر کو پڑھتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"بہت بہتر۔ پڑھیے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اسے پڑھا جائے۔" فارُوق نے کہا۔

"ٹھیک ہے آپ یہاں تو آ گئے ہیں۔ اپنی شامت کو آواز دے بیٹھے ہیں۔ بہتر تو یہی ہو گا کہ میرا یہ خط ملتے ہی یہاں سے لوٹ جائیں، ورنہ آپ لوگوں کا انجام بھی نواب فرقان کے

www.UrduFanz.com



ساتھ ہی ہوگا ، اگر آپ چلے گئے تو وار صرف نواب فرقان پر ہوگا۔"

یہاں تک پڑھ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے :

"بس بھئی اس تحریر کے یہی الفاظ ہیں۔"

"ان الفاظ کی روشنی میں تو ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"ایسا صرف بزدل سوچ سکتے ہیں۔" محمود نے جل بھن کر کہا۔

"تمہیں بھی اجازت ہے۔" فاروق مسکرا دیا۔

"یار خاموش رہو۔ موت ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے اور تمہیں باتیں بگھارنے کی سوجھی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"اس سے تو بہتر تھا، میں اور سلمیٰ اپنے گھر میں ہی رہتے۔" ظہور نے گھبرا کر کہا۔

اور وہ ہنس دیے۔ محمود نے فوراً کہا :

"آپ جانا چاہیں تو اس وقت بھی جا سکتے ہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"نہیں بھئی۔ اب ان دونوں کو بھی یہیں رہنا ہوگا۔" خان رحمان بولے۔

"ارے باپ رے۔"



"اور اگر تم نے جانے کی بات کی تو دو گھنٹے تک کان پکڑنا ہوں گے۔"

"مارے گئے پھر تو۔" ظہور نے کانپ کر کہا۔

"اس رقعے کا اس حویلی میں ملنے کا تو ایک ہی مطلب ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مجرم حویلی کے اندر ہی موجود ہے۔ دوسرا نتیجہ یہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ اگر وہ کوئی باہر کا آدمی ہے تو پھر گھر کا کوئی ملازم اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔"

"لیکن گھر میں صرف دو ملازم ہیں، دونوں ریٹائرڈ فوجی ہیں۔ اور ان پر شک کرنا بھی مشکل ہے۔ خیر ہم اس پہلو سے بھی جائزہ لیں گے۔ پہلے ہم یہ تو غور کر لیں کہ حویلی میں مجرم کون ہو سکتا ہے۔"

"تین بیٹوں میں سے ایک بیٹا۔ یا پھر تین عورتوں میں سے ایک عورت۔"

"لیکن ایک عورت میں اتنی جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ گھر کے بڑے کو قتل کر دے۔" خان رحمان بولے۔

"نہیں خان رحمان۔ اس دنیا میں بہت بڑی بڑی سنگدل عورتیں دیکھنے میں آئی ہیں۔"

"خیر۔ ان میں سے کوئی مجرم ہو سکتا ہے۔ یہ میں مان لیتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم اسے کس طرح تلاش کریں۔"

www.UrduFanz.com



"پہلے تو ہمیں یہ دیکھ لینا چاہیے کہ دونوں خطوط کی تحریریں ایک جیسی ہیں یا نہیں" انسپکٹر جمشید بولے، پھر انھوں نے دونوں تحریریں ساتھ ساتھ رکھ کر دیکھیں۔ فوراً ہی معلوم ہو گیا کہ دونوں تحریریں ایک ہی ہاتھ کی ہیں۔

"ان حالات میں تو قاتل کو پکڑنا ذرا بھی مشکل نہیں ہو گا" فاروق بولا۔

"مجرم بھی اس بات کو سمجھتا ہو گا، لہٰذا وہ بے وقوف نہیں کہ اپنے ہاتھ کی تحریریں دھڑا دھڑ ہم تک پہنچاتا رہے اور آن کی آن میں پکڑا جائے" فرزانہ نے جل بھن کر کہا۔

"تو پھر تمھارے خیال میں اس نے خود کو محفوظ رکھنے کی کیا ترکیب کی ہو گی؟"

"اس نے اندازِ تحریر بدل کر لکھنے کی مشق کی ہو گی۔ یا پھر وہ بائیں ہاتھ سے لکھنے کا ماہر ہو گا"

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جلد ہی ہمیں سب کی تحریریں ملنے والی ہیں" انسپکٹر جمشید بولے۔

اور پھر یار جنگ ان کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں آٹھ نو کاغذ تھے۔

"لیجیے جناب۔ یہ کام ہو گیا"

"ہر ایک نے اپنے کاغذ پر اپنا نام تو لکھ دیا ہے نا؟" انسپکٹر



جمشید بولے۔

"جی ہاں۔ بالکل" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

اب وہ میز کے گرد بیٹھ گئے۔ انسپکٹر جمشید نے دھمکی والا خط درمیان میں رکھ لیا اور ایک ایک کاغذ کی تحریر اس سے ملانے لگے۔ ایک ایک کر کے سب تحریریں دیکھ لینے کے بعد انھوں نے ان سب پر ایک نظر ڈالی۔ اور مسکرا کر بولے:

"ان میں سے تو کسی کی تحریر بھی دھمکی والے خط سے نہیں ملی"

"تب پھر یہ کام کسی باہر کے آدمی کا ہو گا" فاروق نے کہا۔

"لیکن تحریر بدل کر بھی تو لکھی جا سکتی ہے" محمود نے اعتراض کیا۔

"ہاں! سبھی کچھ ہو سکتا ہے"

اسی وقت قدموں کی آواز ابھری۔ اور پھر نواب فرقان اندر داخل ہوئے:...

"میں پہلے ہی جانتا تھا۔ کوئی تحریر مجرم کی تحریر سے نہیں ملے گی۔ وہ اتنا بے وقوف نہیں ہے۔ بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کچھ سوچ کر ہی یہ پروگرام بنایا ہے اگر وہ یہ سمجھتا کہ اس قدر آسانی سے اس کی چالاکی پکڑ لی جائے

www.UrduFanz.com



گی تو یہ پروگرام کبھی نہ بناتا۔"

"جی ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن آپ فکر نہ کریں۔ ہم آپ کا مجرم ضرور پکڑیں گے۔ اور ہاں آج رات آپ ہمارے ساتھ رہیں گے۔"

"جی۔ کیا مطلب؟"

"آپ اپنے کمرے میں نہیں سوئیں گے۔"

"لیکن کیوں؟" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"اس لیے کہ آج کی رات آپ کے لیے بہت پُر خطر رات ہے۔ مجرم وار ضرور کرے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں!" اُن کے مُنہ سے خوف زدہ انداز میں نکلا۔

"اس کا وعدہ یہ ہے کہ وہ آپ کو دُوسرے دن ہی موت کے گھاٹ اُتار دے گا۔ دُوسرا دن آج رات بارہ بجے کے بعد سے شروع ہو جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہوں! تب میں آپ کے پاس ہی رہوں گا۔"

"ویسے آپ کا اپنا اندازہ کیا ہے۔ کیا آپ کے بیٹوں میں سے کوئی آپ کا دشمن بنا ہوا ہے؟"

"نہیں! میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میرے بیٹے تو بہت ہی اچھے ہیں، ادب کرنے والے اور خدمت گزار ہیں۔ میں ان پر شک کرنا بھی گناہ خیال کرتا ہوں۔"



"چلیے۔ ہم فی الحال انھیں ایک طرف کیے دیتے ہیں۔ ان کی بیویوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ ان سے بھی بڑھ کر خدمت گزار ہیں۔"

"لیکن آپ کو ان کے دل کی حالت کا کیا پتا؟" خان رحمان نے کہا۔

"کیوں پتا نہیں۔ بالکل پتا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے نیک سیرت ہیں۔"

"اچھا! ملازمین کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟"

"ملازمین کا معاملہ بھی بالکل درست ہے۔ وہ بھی بالکل کھرے آدمی ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"پھر آپ ہی بتائیے۔ ہم کیا کریں۔ کس پر شک کریں۔ کس کو مجرم سمجھیں۔" محمود نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"یہ تو میں شروع سے کہہ رہا ہوں کہ مجرم ضرور کوئی باہر کا آدمی ہے۔ وہ اندر کا آدمی تو ہو ہی نہیں سکتا۔"

"ہوں! آپ فکر نہ کریں، ہم باہر کے آدمیوں کا بھی جائزہ لیں گے۔ آپ یہ بتائیں یا پھر یہ کام کس کا ہو سکتا ہے۔ کیا آپ کا کوئی عزیز ایسا کر سکتا ہے؟"

"میرا کوئی عزیز ہے ہی نہیں۔"

"آپ کے بیٹوں کی بیویوں کا کوئی رشتے دار؟"

www.UrduFanz.com



"ان تینوں کا صرف ایک بھائی ہے۔ عدنان کاکی۔ اسے بھلا مجھ سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے۔ وہ بھی بہت اچھا آدمی ہے۔"

"مشکل تو یہی ہے کہ یہاں سب کے سب اچھے آدمی ہیں۔"

فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ عدنان کاکی صاحب کیا کرتے ہیں؟"

"ٹھیکے دار ہیں۔ سڑکیں وغیرہ بنواتے ہیں۔ حکومت سے ٹھیکے مل جاتے ہیں۔"

"ہوں! گویا ان کا بھی اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ اور کوئی عزیز۔"

"نہیں۔ ان بچیوں کے ماں باپ پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔"

"شہر میں کوئی ایسا شخص جسے آپ سے اللہ واسطے کا بیر ہو؟"

"نہیں کوئی ایسا شخص بھی نہیں۔"

"تب پھر جناب۔ معاف کیجیے گا۔ یہ کام گھر کے ہی کسی آدمی کا ہے۔"

"اب یہ کام تو آپ کا ہے کہ یہ بات ثابت کر دکھائیں، میرا دعویٰ تو یہی ہے کہ گھر کے کسی آدمی کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔"

"ابا جان۔ ہم نے شاید اب تک ایک دوسرے پہلو پر غور نہیں کیا۔ اور وہ یہ کہ ضروری نہیں کہ یہ کام کسی دشمن ہی کا ہو ہو سکتا ہے، مجرم اسے دشمنی کا معاملہ ظاہر کرنا چاہتے ہوں۔



اور بات دراصل کچھ اور ہو۔" فرزانہ نے سوچ میں گم انداز میں کہا۔

"ہوں! تمھاری بات میں وزن ہے۔ اب ہمیں اس معاملے کا ہر پہلو سے جائزہ لینا ہے۔ آخر کوئی تو ہے جس نے دھمکی آمیز خط لکھا ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اس نے ایک خط ہمیں بھی لکھ مارا اور خنجر کے ذریعے خط کو ہم تک پہنچایا۔ اگر وہ حویلی میں موجود نہیں ہے، تو اس نے یہ دوسرا خط ہمارے کمرے تک کس طرح پہنچا دیا۔ اور ہاں۔ ایک اور خاص بات، اگر وہ باہر کا آدمی ہے تو اسے یہ کس طرح معلوم ہو گیا، آپ لوگ ہمیں کون سے کمرے دیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اُف۔ اب تو یہی کہنا پڑے گا کہ یہ کام گھر کے کسی آدمی کا ہے۔ یا پھر دونوں ملازموں میں سے کوئی ایک اس کے ساتھ مل گیا ہے اور وہی اس خط کو بستر پر رکھ گیا ہو گا۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا، لیکن آپ لوگوں کی باتیں مجھے سوچنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ کہ خان بہادر اور یار جنگ میں سے کوئی مجرم کے ساتھ مل گیا ہے۔" نواب فرقان نے جلدی جلدی کہا۔

"مہربانی فرما کر ان دونوں کو بلائیے۔ میں ان سے سوالات کروں گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

www.UrduFanz.com



"اچھی بات ہے۔" انھوں نے کہا اور مسہری کے پائے میں لگا بٹن دبا دیا۔ جلد ہی یار جنگ اندر داخل ہوا:

"جی فرمایئے۔"

"بھئی ذرا خان بہادر کو بھی بلا لاؤ۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور چلا گیا، جلد ہی دونوں پھر کمرے میں داخل ہوئے:

"انسپکٹر جمشید صاحب تم دونوں سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔" نواب فرقان بولے۔

"ضرور۔ پوچھیے جناب۔" خان بہادر نے کہا۔

"ہمیں اس کمرے سے ایک خط ملا ہے۔ خط کو خنجر میں پرو کر مسہری میں گاڑ دیا گیا تھا۔ ہمیں کون سے کمرے دیے جانے تھے، یہ صرف آپ لوگوں کو ہی معلوم ہے۔ کسی باہر کے آدمی کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی، کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"پہلے آپ بات مکمل کر لیں، پھر ہم جواب دیں گے۔" یار جنگ نے پریشان ہو کر کہا، شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ انسپکٹر جمشید انھیں کس بات کی طرف لے جا رہے ہیں۔

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ میں بات ضرور مکمل کروں گا۔ سنیے، میرا خیال ہے۔ دھمکی آمیز خط لکھنے والا گھر کا ہی آدمی ہے اور اگر وہ گھر کا آدمی نہیں ہے تو پھر آپ دونوں میں سے کسی



ایک سے اس کا تعلق ضرور ہے۔ ورنہ وہ دوسرا خط یہاں تک اور اس انداز میں کس طرح پہنچ سکتا تھا۔ کیا آپ اب جواب دے سکتے ہیں؟"

"جی ہاں۔ کیوں نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کوئی باہر کا آدمی ہو سکتا ہے، لیکن ہماری مدد کے بغیر بھی وہ اس خط کو اس کمرے تک پہنچا سکتا تھا۔" خان بہادر نے پُر سکون انداز میں کہا۔

"وہ کیسے؟" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ اس طرح کہ رات یہاں دو تین ملاقاتی آئے تھے۔ اس وقت ہم آپ لوگوں کے لیے کمرے ٹھیک کر رہے تھے۔ انھیں بس ان کمروں تک آنے کا موقع ملا تھا۔ اب یا تو اس دوران میں ان میں سے کسی نے ہاتھ دکھایا اور خط مسہری میں پیوست کر دیا۔ یا وہ کھڑکی کھول کر یہاں سے رخصت ہو گیا اور رات میں کسی وقت آ کر خط رکھ گیا۔ ان میں سے کوئی بات بھی ہو سکتی ہے۔"

"اور یا پھر وہ آپ لوگوں سے ملا ہوا ہے۔"

"اس الزام کا ہمیں پہلے سے ہی اندازہ تھا، لیکن ہم اپنی صفائی میں کچھ بھی تو نہیں کر سکتے۔ افسوس۔" یار جنگ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"خیر۔ پہلے تو یہ بتائیں۔ رات کون کون آیا تھا؟"

www.UrduFanz.com



"نواب اختر کے دوست طاہر ادریس۔ وہ اکثر رات کو ہی آتے ہیں اور پوری حویلی میں بے تکلفانہ انداز میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اختر صاحب کے بہت گہرے دوست ہیں۔ گھر کے ہی آدمی نظر آتے ہیں۔"

"دوسرے لفظوں میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دھمکی آمیز خط وہ آسانی سے کمرے میں رکھ سکتے تھے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں نے یہ نہیں کہا، امکان ظاہر کر رہا ہوں۔" اس نے گھبرا کر اختر کی طرف دیکھا۔

"کوئی بات نہیں بھئی۔ میں نے برا نہیں مانا۔" اختر نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"اور کون آیا تھا؟"

"ان کے علاوہ عدنان کاکی بھی آئے تھے۔ وہ بھی گھر کے فرد کی طرح ہیں۔ بیگم صاحبان کے بھائی ہیں۔"

"گویا وہ بھی خط رکھ سکتے تھے۔" فاروق مسکرایا۔

"جی۔ جی ہاں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"ان کے علاوہ اور کون آیا تھا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔ محمود یہ تمام ساتھ ساتھ نوٹ کرتا جا رہا تھا۔

"ڈاکٹر مسز جبار بیگ اور ان کی نرس۔"

"یہ لوگ کیوں آئے تھے؟"



"جب سے تینوں بیگم صاحبان کے ہاں مردہ بچے پیدا ہوئے ہیں ان کا علاج ہو رہا ہے۔ ہفتے میں ایک بار ڈاکٹر صاحبہ اپنی نرس کے ساتھ آتی ہیں، وہ معائنہ کرتی ہیں اور نرس انجکشن وغیرہ لگاتی ہے۔"

"لیکن وہ تو گھر کے افراد کی طرح آزادانہ ادھر ادھر نہیں گھومتی ہوں گی۔"

"نہیں۔ وہ آکر ڈرائنگ روم میں بیٹھ جاتی ہیں۔ تینوں بیگمات کا باری باری وہیں معائنہ کرتی ہیں۔ وہیں انھیں چائے وائے پلا دی جاتی ہے اور وہ اپنی فیس لے کر چلی جاتی ہیں۔"

"ان سے علاج کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟"

"بچوں کی پیدائش کے موقعے پر اسی ڈاکٹر صاحبہ اور نرس نے ان کا علاج کیا تھا۔ مردہ بچوں کی پیدائش کے بعد انھوں نے خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر ان تینوں کی مناسب دیکھ بھال اور علاج نہ کیا گیا تو ان کے ہاں ہمیشہ مردہ بچے ہی پیدا ہوں گے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ان حالات میں تو واقعی آپ دونوں پر شک نہیں کیا جا سکتا۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ جناب۔" دونوں خوش ہو گئے۔

"لیکن اب ہم یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ یا پھر سب کے سب

www.UrduFanz.com



یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ ہمیں تفتیش کے لیے باہر جانا ہوگا۔ میں
اور خان رحمان باہر جائیں گے۔ بچہ پارٹی باقی لوگوں اور نواب
صاحب کے ساتھ یہاں رہے گی۔ اور ان کی حفاظت کی ذمہ دار
ہوگی۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہمارے ہوتے ان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا
کر بھی نہیں دیکھ سکے گا۔"

"خیر۔ آنکھ اٹھا کر دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔" انسپکٹر
جمشید بولے۔

"شکریہ ابا جان! اس صورت میں ہم مجرم سے کہہ دیں گے۔
تم نواب صاحب کی طرف آنکھ اٹھا کر تو ضرور دیکھ سکتے ہو۔ اس
سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔"

نواب فرقان بے ساختہ مسکرا دیے۔ انسپکٹر جمشید خان رحمان
کو ساتھ لے کر نکل گئے اور ادھر انھوں نے کمرے کا دروازہ
بند کر لیا۔

"کیوں بھئی۔ دروازہ بند کیوں کر لیا؟" نواب صاحب بولے۔

"آپ کے علاوہ ہمیں ہر شخص آپ کا دشمن نظر آ رہا ہے۔"
محمود بولا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ اور صرف آپ ہمارے ساتھ اس کمرے میں بند



رہیں گے۔ باقی لوگ اپنے اپنے کمروں میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ
ابا جان اور انکل خان رحمان واپس نہیں آ جاتے۔"

"یہ آپ نے کیا کہا۔ کہ میرے علاوہ اور ہر شخص میرا دشمن نظر
آ رہا ہے آپ کو۔"

"ہاں کم از کم آپ اپنے دشمن نظر نہیں آ رہے۔" فاروق مسکرایا۔

"لیکن میں کہتا ہوں۔ میرے گھر کا کوئی فرد میرا دشمن نہیں ہے۔"

"نہ ہوگا، لیکن ہم ایسا نہیں سوچ سکتے، اس کی وجہ یہ
ہے کہ ہمارا اصول ہی یہی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں آپ لوگوں کے ساتھ اس کمرے میں بند
رہنا منظور کیے لیتا ہوں، لیکن بھئی وقت گزاری کا کوئی سامان
بھی تو ہونا چاہیے۔" انھوں نے پریشان ہو کر کہا۔

"فکر نہ کریں۔ یہ ہم پر چھوڑ دیں۔ وہ سامان کریں گے کہ کیا
بتائیں، لیکن اس سے پہلے آپ گھر کے باقی افراد کو ایک ہدایت
دے دیں۔" محمود نے کچھ سوچ کر کہا۔

"اور وہ کیا؟" انھوں نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ کہ سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں رہیں۔ باہر نکلنے کی
کوشش نہ کریں۔ اس کے دو فائدے ہوں گے۔"

"کون سے دو فائدے؟" نواب فرقان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایک تو یہ کہ اگر مجرم کوئی باہر کا آدمی ہے تو جب وہ آئے

www.UrduFanz.com



گا۔ گھر کا کوئی آدمی اس کی پلیٹ میں آنے سے محفوظ رہے گا، دوسرے پر کر اگر وہ گھر کا ہی کوئی آدمی ہے تو باہر نکلنے پر ہم اس سے جواب طلبی کر سکیں گے۔ اور وہ کوئی جواب نہیں دے سکے گا۔ اس طرح اس کا جرم ثابت ہو جائے گا۔"

"ہوں۔ بات تو ٹھیک ہے۔ خیر۔ یہ میں ابھی کیے دیتا ہوں۔"
انھوں نے کہا اور ایک بار پھر گھنٹی بجائی۔ جلد ہی باہر سے آواز آئی:

"میں باہر حاضر ہوں جناب۔"

"یار جنگ۔ سب لوگوں کو یہاں جمع کر لو۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا اور جاتے قدموں کی آواز سنائی دی، جلد ہی قدموں کی آواز پھر سنائی دی۔ اور انھوں نے دروازہ کھول دیا، دروازے پر سب لوگ جمع تھے:

"تم سب اپنے اپنے کمروں میں بند رہو گے۔ دروازے اندر سے بند رکھو گے۔ تم میں سے کوئی باہر نہیں نکلے گا۔ جب تک کہ ہماری طرف سے ہدایت نہ ملے۔ سمجھ گئے۔"

"جی ہاں! بالکل سمجھ گئے۔"

"ٹھیک ہے۔ جا سکتے ہو۔"

وہ سب چلے گئے۔ ساتھ ہی انھوں نے دروازہ بند کر لیا:

"اب کیا پروگرام ہے؟"

"اب ہمیں صرف وقت گزارنا ہے۔ بارہ بجے سے پہلے تو



مجرم کے آنے کا وقت بھی نہیں ہو سکتا۔"

"اور بارہ بجنے کے بعد ہمیں کیا کرنا ہوگا۔" نواب فرقان نے فکر مندانہ انداز میں کہا۔

"بس باہر کی سن گن لیتے رہیں گے۔"

"لیکن بارہ بجے تک کیا کریں؟"

"ہم اپنی زندگیوں کے حیرت انگیز ترین واقعات سنانا شروع کر دیتے ہیں۔ امید ہے، آپ بور نہیں ہوں گے۔"

"بہت خوب۔ بہت اچھا پروگرام رہے گا۔" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

انھوں نے باری باری اپنی اپنی زندگی کے حیرت انگیز واقعات کیا سنانے شروع کیے۔ نواب فرقان تو محو ہو کر رہ گئے اور پتا بھی نہ چلا کب بارہ بج گئے۔ انھیں تو ہوش اس وقت آیا۔ جب کمرے کے اندر پٹرول کی بو محسوس ہوئی اور فرش پر پٹرول کی تہ بھی نظر آنے لگی۔

وہ بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ دشمن اپنا پروگرام شروع کر چکا تھا۔ اس نے پہلا وار کر دیا تھا۔

# خطرہ

انسپکٹر جمشید اور خان رحمان باہر نکل کر کار میں بیٹھے اور روانہ ہو گئے ۔

"خیال رہے خان رحمان ۔ ہمیں بارہ بجے تک واپس آ جانا ہے۔"

"اچھا ۔ خیال رہے گا ۔ پہلے کدھر چلنا ہے؟"

"میرا خیال ہے ۔ طاہر ادریس سے مل لیں ۔ یعنی اختر کے دوست۔"

"ہوں ٹھیک ہے ۔ ابھی صرف دس بجے ہیں ۔ گویا ہمارے پاس دو گھنٹے باقی ہیں ۔ ہم آسانی سے ان لوگوں سے مل لیں گے۔"

پتے وہ نوٹ کر لائے تھے ۔ اس لیے انہیں طاہر ادریس کا گھر تلاش کرنے میں کوئی پریشانی نہ ہوئی ۔ دستک کے جواب میں ایک ادھیڑ عمر آدمی نے دروازہ کھولا ۔ اس کے جسم پر گھٹیا سا لباس تھا ۔

"ہمیں طاہر ادریس صاحب سے ملنا ہے۔"

"آئیے ۔ ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیے ۔ میں اسے بھیج



دیتا ہوں۔"

"اسے ۔ کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا ۔

"اسے سے میری مراد طاہر ادریس ہے ۔ وہ میرا بیٹا ہے۔" اس نے کہا اور انہیں بٹھانے کے بعد چلا گیا ۔

"میں گھر کا ملازم خیال کر بیٹھا تھا۔" انسپکٹر جمشید دبی آواز میں بولے ۔

"خود میرا بھی یہی خیال تھا ۔ شاید ان کے حالات اچھے نہیں۔" خان رحمان بڑبڑائے ۔

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی ، پھر ایک نوجوان آدمی اندر داخل ہوا ، اس کے جسم پر قیمتی لباس تھا اور خوب چمک دمک والا تھا ۔

"جی فرمائیے ۔ میں ہی طاہر ادریس ہوں۔"

"اور آپ نواب زادہ اختر کے گہرے دوست ہیں؟" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"جی ہاں ، یہ بھی ٹھیک ہے ۔ فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں ۔ آپ لوگ کون ہیں؟"

"میں انسپکٹر جمشید ہوں اور یہ میرے دوست خان رحمان صاحب ہیں ۔ آپ کو حویلی کے معاملے کا تو پتا ہی ہو گا۔"

"وہی دھمکی آمیز خط والا معاملہ۔"

www.UrduFanz.com



"جی ہاں! تو کیا آپ کو اس کے بارے میں معلوم ہے؟"

"جی ہاں! بالکل معلوم ہے۔ اب میں سمجھا۔ آپ وہی ہیں جن کے لیے رات کمرے ٹھیک کیے جا رہے تھے۔ اور آپ اس معاملے کی تفتیش کے لیے تشریف لائے ہیں؟"

"ہاں! آپ نے ٹھیک اندازہ لگایا۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ نواب صاحب کا دشمن کون ہو سکتا ہے؟"

"جی۔ بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں؟" طاہر ادریس نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ رات ان کمروں میں گئے تھے۔ جو ہمارے لیے تیار کیے جا رہے تھے؟"

"جی ہاں! گیا تو تھا۔ دراصل میں جب جاتا ہوں تو ساری حویلی میں گھومتا پھرتا ہوں۔ یہ میری عادت ہے؟"

"ہوں۔ جو کمرے ہمارے لیے ٹھیک کیے جا رہے تھے۔ ان میں سے کسی ایک میں آپ کو کوئی خنجر تو نظر نہیں آیا تھا۔ ایسا خنجر جو مسہری میں پیوست کر دیا گیا ہو؟"

"خ۔ جی۔ خنجر۔ ارے باپ رے۔ نہیں بالکل نہیں؟" اس نے گھبرا کر کہا، پھر جلدی سے بولا:

"کیا وہاں کوئی ایسا خنجر ملا ہے؟"

"جی ہاں! اس کے ساتھ ایک خط بھی ملا ہے۔ اس میں بھی



دھمکی دی گئی ہے؟"

"اوہ۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"یہی تو ہم معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ مجرم گھر کا ہی کوئی فرد ہے، کیوں کہ باہر کے کسی آدمی کے لیے اس طرح خنجر پیوست کر جانا آسان نہیں۔ لیکن باہر کے دو آدمیوں کے لیے یہ بہت آسان بھی ہے؟"

"کون کون سے دو آدمیوں کے لیے؟" اس نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"آپ کے لیے اور مدنان کاکی صاحب کے لیے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ن۔ نہیں؟" اس نے کانپ کر کہا۔

"آپ نے خود ہی اقرار کیا ہے کہ آپ جب جاتے ہیں تو ساری حویلی میں آزادانہ پھرتے ہیں۔ آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے؟" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"اور رات بھی آپ حویلی میں گئے تھے۔ ان کمروں کی طرف بھی گئے تھے جو ہمارے لیے ٹھیک کیے جا رہے تھے؟"

"یہ بھی ٹھیک ہے؟"

www.UrduFanz.com



"تب پھر۔ کیا وہ خنجر آپ نے ہی وہاں پیوست کیا تھا؟"

"بھلا مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے کہ آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خیر۔ اگر آپ کو ضرورت نہیں تھی اور آپ نے ایسا نہیں کیا تو مہربانی فرما کر اپنے ہاتھ کی ایک تحریر دے دیں۔"

"تت۔ تحریر۔ کیا مطلب؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! دھمکی آمیز خط کی تحریر سے ملا کر دیکھیں گے۔"

"اوہ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ میں ابھی لکھے دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور کاغذ قلم لے کر ان کے سامنے ہی لکھنے بیٹھ گیا۔

"بہتر ہوگا۔ آپ خط والے الفاظ ہی نقل کر دیں۔"

"جی بہتر، لیکن مجھے کیا معلوم۔ خط کے الفاظ کیا ہیں۔"

"اصل خط ہمارے پاس ہے۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے خط جیب سے نکال کر اس کے سامنے پھیلا دیا اور وہ اس کی نقل کرنے لگا۔ پھر مکمل کر کے دونوں کاغذ ان کی طرف بڑھا دیے، انھوں نے اس کی تحریر کے نیچے اس کا نام لکھا اور دونوں کاغذ جیب میں رکھ لیے۔

"آپ اور نواب اختر دوست کس طرح بنے تھے؟"

"جی۔ ہم کالج کے زمانے کے ساتھی ہیں۔"



"اوہ اچھا۔ بہت بہت شکریہ۔ اب ہم چلتے ہیں۔"

"لیکن جناب۔ ابھی تو میں آپ کو چائے بھی پیش نہیں کر سکا، آپ نے آتے ہی مجھے سوالات میں اُلجھا لیا۔"

"شکریہ۔ ہم اس وقت چائے نہیں پییں گے۔" انھوں نے کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اب ان کا رُخ عدنان کاکی کی طرف تھا۔ اس کا گھر بھی آسانی سے مل گیا۔ دروازہ اسی نے کھولا۔ اس کی عمر چالیس سال کے قریب نظر آئی، خان رحمان پر نظر پڑتے ہی وہ چونک اُٹھا:

"اوہو۔ یہ آپ ہیں بھائی جان۔ اور یہ ضرور انسپکٹر جمشید ہوں گے۔"

"ہاں بھئی۔ آپ کا خیال ٹھیک ہے۔"

"شکریہ۔ آئیے۔ تشریف لے آئیے۔"

انھوں نے دیکھا۔ اس کا مکان پُرانا تھا، لیکن تھا کافی بڑا:

"تو آپ ٹھیکے دار ہیں؟"

"جی ہاں! بس چھوٹے موٹے ٹھیکے مل جاتے ہیں۔"

"کیوں۔ بڑے کیوں نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بڑے بھی کبھی ملنے لگ جائیں گے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اس خط کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

www.UrduFanz.com



"آپ کے خیال میں وہ خط کون لکھ سکتا ہے؟"

"ارے صاحب۔ نواب صاحب کا اس شہر میں بھلا کون دشمن ہو سکتا ہے۔ یہ شرارت تو دراصل انھی کی ہے۔"

"کیا مطلب؟" خان رحمان نے چونک کر کہا۔

"ایک روز مجھ سے کہ رہے تھے کہ خان رحمان کے دوست انسپکٹر جمشید کبھی مجھ سے ملنے نہیں آئے۔ انھیں کسی عجیب انداز سے بلاؤں گا اور انھیں آنا ہی پڑے گا۔ تو بات صرف اتنی سی ہے۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔ معاملے کو اس پہلو سے تو انھوں نے لیا ہی نہیں تھا۔

"آپ نے بہت مزے کی بات بتائی، لیکن جناب۔ خط جو ملا ہے۔ اس کی تحریر تو نواب صاحب کی تحریر سے نہیں ملتی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ بھئی انھوں نے خط تحریر بگاڑ کر لکھا ہوگا۔"

"ہوں۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم لوگ بلاوجہ ہی پریشان ہو رہے ہیں۔"

"اور کیا۔ میرا تو مشورہ یہی ہے کہ حویلی جا کر اعلان کر دیں کہ یہ سب آپ کی شرارت ہے۔"

"شکریہ۔ ہم اس پر غور کریں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ آخر انسپکٹر جمشید بولے:

"خیر۔ آپ اپنے ہاتھ کی تحریر تو لکھ دیں۔"



"ہاں! ضرور کیوں نہیں۔ ویسے اس کی ضرورت قطعاً نہیں۔"

"چلیے خیر۔ آپ لکھ تو دیں نا۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور اس نے بھی تحریر لکھ دی۔ اب انھوں نے اس سے بھی اجازت لی۔ باہر نکل کر انسپکٹر جمشید بولے:

"میں چاہتا ہوں۔ لگے ہاتھوں ڈاکٹر مسز جہاد بیگ اور اس نرس سے بھی مل لیا جائے۔"

"لیکن ان کا اس معاملے سے کیا تعلق؟" خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

"گھر میں آنا جانا تو ان کا بھی ہے نا۔ اور رات بھی وہ حویلی میں تھیں۔"

"جیسے تمھاری مرضی۔ یہ جاسوسی کام تو تم ہی سمجھ سکتے ہو۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

وہ ہسپتال پہنچے۔ وہاں سے انھیں ڈاکٹر مسز جہاد بیگ کے گھر پہنچایا گیا۔ اتفاق سے نرس بھی وہیں مل گئی۔

"ہمیں آپ دونوں سے ہی ملنا تھا۔ اچھا ہوا، ایک ہی جگہ کام بن گیا۔" انھوں نے تعارف کرانے کے بعد کہا۔

"فرمایئے۔ ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"آپ تینوں بیگمات کا معائنہ کرتی ہیں۔ کیا ان کے کمروں میں

www.UrduFanz.com



جاتی ہیں؟

"نہیں۔ ہم تو ڈرائنگ روم میں بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ باری باری وہیں آجاتی ہیں۔"

"آپ کو کبھی حویلی گھوم پھر کر دیکھنے کا اتفاق ہوا؟"

"جی۔ جی ہاں۔ شاید ایک مرتبہ پوری حویلی دیکھی تو تھی۔" نرس بولی۔

"شکریہ۔ کیا آپ ہمیں اپنے ہاتھ کی ایک ایک تحریر دینا پسند کریں گی۔ بہتر ہو گا اگر اس دھمکی آمیز خط کی نقل کر دیں۔"

"جی بہتر۔" انھوں نے کہا اور تحریر نقل کرنے لگیں۔ ان کے فارغ ہونے پر انسپکٹر جمشید بولے:

"ایک بار ایک عورت کے ہاں اگر مردہ بچہ پیدا ہو جائے تو کیا آئندہ بھی مردہ بچے ہی پیدا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں؟"

"اس کا جواب ہاں میں بھی ہے اور نہیں میں بھی۔ کیوں کہ یہ تو معائنہ کرنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔"

"تو ان تینوں بیگمات کے بارے میں آپ کا خیال یہ ہے کہ اگر ان کا باقاعدہ علاج نہ کرایا گیا تو آئندہ بھی ان کے ہاں مردہ بچے پیدا ہوں گے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔" لیڈی ڈاکٹر بولیں۔

"بہت بہت شکریہ۔ اب ہم اجازت چاہتے ہیں۔"



جمشید بولے۔

باہر نکل کر انھوں نے کہا:

"حویلی جانے سے پہلے میں دو تین کام اور کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ تمام تحریریں تحریر کے کسی ماہر کے حوالے کرنی ہیں۔ دوسرے مجھے ایک دو فون کرنے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے۔ تم کسی حد تک کوئی اندازہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔" خان رحمان نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"نہیں۔ ابھی نہیں۔ ویسے عدنان کاکی کی بات مجھے بہت وزنی لگی ہے۔ کہیں یہ سب شرارت تو نہیں ہے۔ اور یہ کام نواب فرقان صاحب کا ہی تو نہیں ہے؟"

"نواب صاحب ایسے آدمی ہیں تو نہیں۔ بہرحال یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" وہ بولے۔

"خیر۔ جب یقین سے کچھ کہنے کے قابل ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔"

"کیا مطلب۔ کیا بتا دوں؟" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی کہ نواب صاحب ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں۔"

"شاید تم مذاق کے موڈ میں ہو۔ یا پھر فاروق کی کمی پوری کر رہے ہو۔"

"میں نے بھی تھوڑی دیر کے لیے یہی محسوس کیا تھا۔"

www.UrduFanz.com



"کیا محسوس کیا تھا؟" خان رحمان بوکھلا کر بولے۔

"یہی کہ فاروق کی روح تجھ میں حلول کر گئی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"ارے باپ رے۔" انھوں نے بوکھلا کر کہا۔

"آؤ یار۔ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو، حویلی سے باہر ہی بارہ بج جائیں۔"

پہلے تو انھوں نے اپنے دفتر کی شاخ کے ذریعے تحریر کے ایک ماہر سے ملاقات کی۔ تمام کاغذ اس کے حوالے کیے، دونوں اصل خط بھی دیے، پھر ہدایات دے کر نکل آئے۔ اب انھوں نے دارالحکومت میں کسی کو فون کیا۔ فون پر ہدایات دینے کے بعد وہ پھر کار میں آ بیٹھے۔ خان رحمان اس دوران میں کار میں ہی بیٹھے رہے تھے، پھر جوں ہی کار روانہ ہوئی۔ انسپکٹر جمشید کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوگئے۔ وہ جلدی سے بولے:

"خان رحمان۔ تم کار سے اترے تو نہیں تھے؟"

"ہاں کیوں۔ تھوڑی دیر کے لیے اترا تو تھا۔ یوں ہی ٹہلنے لگ گیا تھا۔"

"اور ٹہلتے ہوئے کچھ دور بھی نکل گئے تھے۔" انھوں نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں۔ کیوں۔ کیا بات ہے؟"



"مجھے گھبراہٹ محسوس ہو رہی ہے۔ کار روک دو خان رحمان۔ جلدی کرو۔"

خان رحمان نے گھبرا کر کار روک دی۔ وہ جلدی سے نیچے اتر آئے۔

"آؤ خان رحمان۔ کار سے دور ہٹ جائیں۔"

"ایسی بھی کیا بات ہے۔" وہ بولے۔

انسپکٹر جمشید نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دوڑنے لگے۔

www.UrduFanz.com



# کباڑ خانہ

"اُف اللہ! یہ کیا ہے؟" نواب فرقان نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

"پ۔۔جی۔۔یہ پٹرول ہے۔ مجرم نے دروازے پر کوئی کنستر اُنڈیلا ہے۔ اب اس کے دیا سلائی دکھانے کی ضرورت ہے کمرہ آگ کی لپیٹ میں ہو گا۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"ارے باپ رے!" نواب فرقان چلاّ اُٹھے۔

محمود نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور چٹخنی گرا کر ہینڈل پکڑ کر کھینچا، لیکن دروازہ باہر سے بند کیا جا چکا تھا۔ عین اسی وقت بھک کی آواز گونج اُٹھی۔ اور پٹرول کی تہ پر آگ لپکتی نظر آئی۔ محمود اگر فوراً کمرے کے دوسری طرف چھلانگ نہ لگا دیتا تو اس کے کپڑوں نے آگ پکڑ لی تھی۔ اب وہ کمرے کے دوسری طرف دیوار سے لگے کھڑے تھے۔

"یوں تو کام نہیں چلے گا۔" فرزانہ بولی۔



"ہاں بالکل۔ ہم جل کر کوئلہ ضرور ہو جائیں گے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"غسل خانہ۔" محمود نے چلاّ کر کہا اور غسل خانے کی طرف دوڑا۔ اس کا دروازہ کھولا اور پھر اس نے نل کھول دیا۔ پانی کی موٹی دھار فرش پر گری اور نالی کا رُخ کرنے لگی۔ فاروق نے آگے بڑھ کر نالی کے منہ پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ اب غسل خانے میں پانی بھرنے لگا، پھر وہ کمرے کے فرش کی طرف بڑھا۔

"لیکن بھئی۔ اس سے کیا ہو گا؟" فرزانہ نے پُر سکون آواز میں کہا۔

"اس سے بہت کچھ ہو گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"غلط۔ بالکل غلط۔ دروازے کے اُوپر والا حصّہ بھی آگ پکڑ چکا ہے۔ کھڑکیوں اور روشن دانوں تک بھی آگ پہنچ جائے گی، پانی کا یہ ریلا اُوپر تو چڑھنے سے رہا۔"

"ہوں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ خیر۔ ہم بالٹی کے ذریعے اُوپر والے حصّوں پر پانی پھینکنا شروع کرتے ہیں۔"

باقی بچّے سہمے ہوئے دیوار سے لگے کھڑے تھے، اب کمرے میں دُھواں بھرنے لگا تھا اور یہ سب سے زیادہ پریشانی والی بات تھی، کیوں کہ دُھوئیں کی زیادتی انہیں بے ہوش کر سکتی تھی۔ یہ دیکھ کر فرزانہ نے اپنا جوتا اُتارا اور ایک روشن دان کے شیشے پر

www.UrduFanz.com



کھینچ مارا۔ شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا، لیکن جوتا آگ پر گر گیا۔ اس وقت جلا جوتے کی کسے پروا ہو سکتی تھی، یہاں تو جانوں پر بنی تھی۔ فرزاد نے دُوسرا جوتا اُتارا اور دُوسرے روشن دان پر دے مارا۔ اب دُھواں دھڑا دھڑ ان سے نکلنے لگا، تاہم کمرہ ابھی دُھوئیں سے بھرا ہوا تھا اور وُہ بُری طرح کھانسنے لگے تھے۔ ان کی آنکھوں سے بے تحاشا پانی بہ رہا تھا۔

"فرش پر بیٹھ جائیں، سر جس قدر نیچے رکھ سکتے ہیں رکھیں۔ اس طرح دُھواں کم اثر کرے گا۔" محمود نے چلّا کر کہا۔

"حیرت ہے۔ گھر کے باقی افراد کو کیا ہو گیا۔ وُہ اب تک ہماری مدد کو کیوں نہیں آئے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"اس کا ایک اور صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔" فاروق بول اُٹھا۔

"اور وُہ کیا؟"

"یہ کہ سب گھر والے نواب صاحب کی جان کے دُشمن ہوئے ہیں۔"

"نہیں بھئی۔ یہ بات تو ٹھیک نہیں۔ میرے بیٹے تو ایسے نہیں ہیں۔" نواب فرقان بولے۔

"تب پھر آپ ہی بتائیں۔ وُہ اب تک ہماری مدد کے



لیے کیوں نہیں آئے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انھیں آگ لگنے کا پتا ہی نہ چلا ہو؟"

"افسوس! میں اس بات کا جواب نہیں دے سکتا۔" نواب فرقان نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

چڑ پڑ کی آوازیں اب بہت تیز ہو گئی تھیں۔ ان میں سے کئی پر بے ہوشی کا عالم تھا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ البتہ اب تک ڈٹے ہوئے تھے۔ محمود اور فرزانہ برابر آگ پر پانی پھینک رہے تھے۔ فرزانہ بالٹی بھر کر لاتی اور محمود آگ پر اُچھالتا۔ باقی لوگ فرش کے ساتھ لگے پھٹی پھٹی آنکھوں سے آگ کے خلاف ان کی جنگ کو دیکھ رہے تھے۔

اچانک باہر شور سُنائی دینے لگا۔ اور پھر بہت سے لوگوں کی آواز سُنائی دینے لگی۔ دھڑا دھڑ پانی پھینکے جانے کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ اور آخر جلا ہوا دروازہ اندر کی طرف دھڑام سے گرا اور بے شمار کوئلے ان کے آس پاس گرے۔ وُہ جلدی جلدی اپنے جسموں پر سے جھٹکنے لگے اور آس پاس سے ہٹانے لگے، پھر گرے ہوئے دروازے پر بھی پانی گرایا جانے لگا۔ آخر کچھ لوگ کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے چہروں پر نقاب تھے۔ کمرے دُھوئیں میں وُہ ان لوگوں کو نہ دیکھ سکے۔ یہ دیکھ کر محمود آگے بڑھا اور ایک کا ہاتھ پکڑ کر بولا:

www.UrduFanz.com



"ہم یہاں ہیں؟"

"اللہ کا شکر ہے ۔ آپ لوگ تو سب ہوش میں ہیں۔" ایک نے کہا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ ۔ شاید آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔" محمود نے کہا ۔ ادھر فاروق نل بند کر رہا تھا ۔

"جی ہاں! ہم نے دھواں اُٹھتے دیکھا تو اس طرف متوجہ ہوئے ۔ متوجہ ہونے میں دیر اس لیے لگی کہ آپ لوگوں کے چیخنے پکارنے کی آوازیں سنائی نہیں دی تھیں ۔ آخر آپ لوگ چیخے کیوں نہیں؟"

"چ ۔ جی وہ ۔ ہم بھول گئے تھے۔"

"کیا بھول گئے تھے؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"چیخ ۔ چیخنا" فاروق نے ہکلا کر کہا۔

وہ باہر نکلے ۔ ایک بار پھر انھیں حیران ہونا پڑا، کیونکہ ان پڑوسیوں میں گھر کا کوئی فرد شامل نہیں تھا ۔

"ارے ۔ آخر گھر کے لوگ کہاں چلے گئے؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"گھر کے لوگ ۔ کیا مطلب؟" پڑوسی نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ۔ وہ گھر کے لوگ کا مطلب تو بس گھر کے لوگ ہی ہو سکتا ہے۔" فاروق نے کہا۔



"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ گھر کے لوگ آپ لوگوں کی مدد کر سکتے تھے، لیکن انھوں نے مدد نہیں کی؟"

"جی ہاں ۔ کہنا تو یہی چاہتے ہیں ۔ لیکن کیا کریں ۔ کہا نہیں جاتا۔"

"ہم اندر داخل ہونے کے بعد سیدھے آگ والے کمرے کی طرف دوڑ پڑے تھے ۔ ہمیں کسی کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔"

اب وہ باقی کمروں کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور پھر حیران رہ گئے ۔ ہر کمرے کا دروازہ باہر سے بند تھا ۔ انھوں نے جلدی جلدی دروازے کھول ڈالے ۔ سب لوگ اپنے کمرے میں بے ہوش پڑے تھے :

"حیرت ہے ۔ انھیں کس نے بے ہوش کیا؟" فرزانہ بڑبڑائی۔

"مجرم نے ۔ تمھیں اتنا بھی اندازہ نہیں۔" فاروق نے جل بھن کر کہا ۔

"ہوں ۔ بات تو ٹھیک ہے۔"

آخر ان لوگوں کو ہلا جلا کر دیکھا گیا، لیکن ان میں سے کوئی بھی ہوش میں نہ آیا۔

"ڈاکٹر کو فون کرنا پڑے گا۔" محمود نے کہا۔

"اچھی بات ہے۔" تب فاروق نے فون کر کے ڈاکٹر کو بلایا ۔

ڈاکٹر کی کوشش کے پندرہ منٹ بعد وہ لوگ ہوش میں آ گئے، پہلے تو حیران ہو کر دیکھتے رہے، پھر اختر بولا:

www.UrduFanz.com

"کیا بات ہے، گھر میں کیا ہوا ہے؟"

"بس کچھ نہیں۔ صرف نواب صاحب کے کمرے میں آگ لگ گئی تھی۔ بلکہ لگائی گئی تھی۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ۔ اور آپ صرف کا لفظ بول رہے ہیں۔"

"اور کیا کروں۔ آپ یہ بتائیں، بے ہوش کس طرح ہو گئے تھے؟"

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" شاکر بولا۔

"جی۔ کیا مطلب۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میرے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ جوں ہی میں نے دروازہ کھولا، کسی نے میری ناک پر ایک رومال رکھ دیا اور میں بے ہوش ہو گیا۔" رؤف نے جلدی جلدی بتایا۔

"بالکل یہی میرے ساتھ ہوا تھا۔" اختر بولا۔

"اور میرے ساتھ بھی۔" بیگم اختر بولیں۔

"ہوں، ہم سمجھ گئے۔ مجرم نے اس طریقے سے سب کو بے ہوش کر دیا اور ہر کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اس کے بعد اس نے پٹرول کا ٹین نواب صاحب کے دروازے پر الٹ دیا، پھر اسے آگ دکھا دی۔" محمود نے سوچ میں گم انداز میں کہا۔

"لیکن۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔



"کیا، کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"یہ کہ مجرم نے سب لوگوں کو بے ہوش کر دیا اور کمروں کے دروازے باہر سے بند کر دیے۔"

"کیوں، ہو کیوں نہیں سکتا؟"

"اس طرح کم از کم مجرم کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند نہیں ملنا چاہیے تھا۔ آخر وہ اپنے کمرے میں کس طرح داخل ہوا، جب کہ کھڑکیوں میں سلاخیں لگی ہیں اور کمروں میں صرف دروازے کے ذریعے ہی داخل ہوا جا سکتا ہے؟"

"ہوں۔ بات تو واقعی الجھن کی ہے۔ تب پھر مجرم باہر کا آدمی ہو گا۔"

"باہر کا آدمی۔ کیوں بھئی۔ خان بہادر اور یار جنگ۔ اس بے ہوشی والے معاملے سے پہلے کوئی باہر کا آدمی آیا تھا؟"

محمود ان کی طرف مڑا۔

"جی نہیں۔ بیرونی دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔" یار جنگ بولا۔

"تب پھر پڑوسی اندر کس طرح داخل ہوئے تھے؟"

"ہم چھت کے ذریعے نیچے پہنچے ہیں۔" ایک پڑوسی بولا۔

"حیرت ہے، پھر مجرم کس طرح اندر داخل ہوا۔ اور کس طرح باہر گیا۔ اور اگر وہ گھر کا آدمی تھا تو اس نے اپنے کمرے

www.UrduFanz.com



کا دروازہ باہر سے کس طرح بند کر لیا۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔
"معاملہ اُلجھتا نظر آتا ہے۔" فاروق بڑبڑایا۔
"اس اُلجھن کا میرے ذہن میں ایک حل نظر آتا ہے۔" فرزانہ بولی۔
"اور وہ کیا؟" محمود نے جلدی سے کہا۔
"مجرم ایک نہیں، دو ہیں۔" اس نے پُراسرار انداز میں کہا۔
"مجرم ایک نہیں دو ہیں۔ کیا مطلب؟" فاروق نے بے چین ہو کر کہا۔
"ہاں! ایک مجرم باہر کا ہے۔ دُوسرا مجرم اندر کا ہے۔ اندر کا مجرم اس کی مدد کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے اس کے لیے صدر دروازہ کھولا تھا۔ وُہ اندر آیا اور باری باری سب کو بے ہوش کرتا چلا گیا، بس اس نے اپنے ساتھی کو چھوڑ دیا۔ اور جب وُہ اپنا کام کر چکا تھا تو گھر سے باہر نکل گیا۔" فرزانہ کہتی چلی گئی۔
"اور اندر کا آدمی کمرے میں کس طرح داخل ہوا؟"
"باہر والے نے اس کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد دروازہ باہر سے بند کیا۔"
"پھر وہ خود باہر کس طرح نکلا۔" فاروق مسکرایا۔
"دھت تیرے کی۔ اُلجھن تو جُوں کی تُوں ہے۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔



"ہُوں۔ یُوں بات نہیں بنے گی۔ ہمیں پوری حویلی کا جائزہ لینا ہو گا۔ شاید اس میں داخل ہونے کا کوئی اور راستا بھی ہو، وُہ اس راستے سے اندر آیا اور اپنا کام کر کے اسی راستے سے چلا گیا، اس طرح اسے مددگار کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی ہو گی۔" فرزانہ بولی۔
"تب تو پھر پہلے ہمیں اس حویلی کو بغور دیکھنا ہو گا۔ نواب صاحب پہلے تو آپ بتائیے۔ اس حویلی میں کوئی خفیہ راستا ہونے کا امکان ہے؟"
"کم از کم میرے علم میں تو نہیں ہے۔"
"یہ حویلی کافی پُرانی ہے۔ آپ نے تو بنوائی نہیں ہو گی؟"
"ہاں! یہی بات ہے، یہ میرے دادا جان نے بنوائی تھی۔"
"ویری گڈ۔ تب تو اس بات کا امکان ہے کہ اس میں کوئی خفیہ راستا موجود ہو۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔
"لیکن اگر اس خفیہ راستے کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے تو پھر میرے علاوہ اور کس کو معلوم ہو سکتا ہے۔" نواب فرقان نے الجھن کے عالم میں کہا۔
"ہوں یہ بات بھی ٹھیک ہے، لیکن اس کا ایک جواب ہم دے سکتے ہیں۔"
"اور وُہ کیا؟"

www.UrduFanz.com



"یہ ہو سکتا ہے، آپ کے دادا آپ کے والد کو اس راستے کے بارے میں بتانا بھول گئے ہوں۔ یا آپ کے والد آپ کو بتانا بھول گئے ہوں۔ اور گھر کے کسی فرد کو یا کسی اور کو اتفاقیہ طور پر وہ راستہ معلوم ہو گیا ہو تو اس کے لیے حویلی کے اندر آنا بھی آسان ہے اور جانا بھی۔"

"یہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن پہلے تو خفیہ راستے کا وجود ثابت ہونا چاہیے۔" نواب فرقان الجھن کے عالم میں بولے۔

"یہ کام آپ ہم پر چھوڑ دیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں! آپ سب لوگ آرام کریں۔ ہم راستہ تلاش کرنے کا کام کرتے ہیں۔" محمود بولا۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ لڑکوں کا خیال بالکل غلط ہو۔ باہر سے کوئی بھی نہ آیا ہو۔" اختر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"اس صورت میں اس نے اپنا دروازہ باہر سے کس طرح بند کیا؟"

"افسوس! اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔" اختر نے بے چارگی کے عالم میں کندھے اچکائے۔

"آپ کے پاس ہی کیا، کسی کے پاس بھی نہیں۔ ارے ہاں۔ ایک بات کی طرف تو ہم نے بھی توجہ نہیں دی۔" محمود چونکا۔

"کک۔ کون سی بات؟" فاروق نے بوکھلا کر پوچھا۔

"آپ سب کو مجرم نے رومال کے ذریعے بے ہوش کیا تھا۔



یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ آپ میں سے ایک بھی بے ہوش کرنے والے کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔"

"میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی۔" رؤف بول اٹھا۔

"تو پھر بتایا کیوں نہیں۔ وہ کون تھا؟"

"اس کے چہرے پر نقاب تھا۔" اس نے جواب دیا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ میں نے بھی ایک نقاب اوڑھے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔" بیگم شاکر نے کہا۔

"اور سب میاں بیوی الگ الگ کمرے میں تھے؟"

"ہاں! حویلی میں کمروں کی کیا کمی ہے۔"

"خیر ثابت ہوا۔ ہمیں حویلی کا جائزہ لینا ہوگا اور کسی خفیہ راستے کی تلاش کرنا ہی ہوگی۔" فرزانہ نے کندھے اچکائے۔

"بہت بہتر۔ جیسے آپ کی مرضی۔"

انھوں نے پہلے تو حویلی کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر اندر آ کر ایک ایک کمرے کا بغور جائزہ لیا۔ چھت کو بھی دیکھا، لیکن کسی کمرے میں کسی خفیہ راستے کے آثار نظر نہیں آئے، آخر میں صرف ایک کمرہ رہ گیا۔ یہ کباڑ خانہ تھا۔ اس میں حویلی کی بے کار چیزیں پڑی تھیں۔ اس کمرے کا دروازہ بھی بند نہیں تھا۔ کھلا ہوا ملا تھا اور اندر بھرے ہوئے سامان کو دیکھ کر انھوں نے اس

www.UrduFanz.com



کا جائزہ لینے کا خیال ترک کر دیا تھا، لیکن جب ساری حویلی کا جائزہ لیا جا چکا اور خفیہ راستے کا کوئی سُراغ نہ ملا تو محمود نے کہا:

"میرا خیال ہے۔ ہمیں کباڑ خانے کا بھی جائزہ لے ہی لینا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ کباڑ خانے میں داخل ہوئے۔ انھیں قدرے حیرت ہوئی۔ کمرے کے فرش پر گرد نہیں تھی۔ بے کار چیزوں پر البتہ گرد موجود تھی۔

"شاید کوئی مُلازم اس کے فرش کی بھی صفائی کرتا رہتا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"ہمیں اس سے کیا کہ کوئی صفائی کرتا ہے یا نہیں۔" فاروق نے مُنہ بنایا۔

"بے وقوف ہو تم۔ اگر کمرے کا فرش گرد آلود ہوتا تو پھر ہمیں اس کمرے کا جائزہ لینے کی ضرورت نہ رہتی۔ یا پھر شدت سے ضرورت محسوس کی جاتی۔" فرزانہ نے جتاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہ کیسے؟"

"اگر راستہ اس کمرے سے نکلتا ہے تو اندر آنے والے کے پیروں کے نشانات ضرور موجود ہوتے اور ہم فوراً جان جاتے کہ راستہ اسی کمرے میں نکلتا ہے۔ ورنہ صورت اس کے الٹ ہوتی۔"

"پھر تو یہ بھی ممکن ہے کہ خود مجرم نے اس کمرے کے فرش کی صفائی کر دی ہو۔"



"اوہ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ ایک منٹ۔ میں ابھی آیا۔" محمود نے کہا اور تیز تیز قدم اُٹھاتا چلا گیا۔

"کیا خیال ہے۔ محمود کہاں گیا ہے؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"ملازموں سے یہ معلوم کرنے کہ وہ اس کمرے کی صفائی کرتے ہیں یا نہیں۔" فرزانہ بولی۔

"ہاں! یہی بات ہے۔ تم نے ٹھیک اندازہ لگایا۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"غلط اندازے لگانے کے لیے تم جو موجود ہو۔" جواب میں وہ بھی مسکرائی۔

اسی وقت محمود آتا نظر آیا، اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے، آتے ہی بولا:

"دونوں مُلازم اس کمرے کے فرش کی صفائی نہیں کرتے۔"

"کیا!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، کیوں کہ کمرے کا فرش بالکل صاف ستھرا تھا۔

www.UrduFanz.com



# موٹر سائیکل والا

دونوں دوڑتے ہوئے کار سے دُور آ گئے۔ رات کا وقت نہ ہوتا تو انھیں دوسروں کو بھی خبردار کرنا پڑتا اور اس وقت کار کے اردگرد لوگ جمع ہوتے، لیکن اب صرف وُہ دونوں کار کو گھور رہے تھے۔

"یار جمشید۔ تمھیں وہم تو نہیں ہو گیا؟" خان رحمان بولے۔

"تم تو جانتے ہی ہو۔ مجھے وہم ہوتا ہی نہیں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"آخر تم نے کار میں کیا خطرہ محسوس کیا تھا؟"

"ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کار میں کسی نے بم رکھ دیا ہے اور وُہ پھٹنے ہی والا ہے۔"

"کیا تم نے بم کی آواز سُنی تھی؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں۔ میری چھٹی حس مجھے خبردار کر رہی تھی۔ اس لیے میں نے سوچا، کار سے اُتر ہی جائیں۔"



"آؤ چلیں، تمھاری چھٹی حس کو دھوکا ہوا ہو گا۔" خان رحمان نے ہنس کر کہا۔

"بھئی کچھ بھی ہو، میں اس کار میں سفر نہیں کروں گا، چاہے ہمیں پیدل حویلی تک کیوں نہ جانا پڑے۔" انسپکٹر جمشید نے اپنی جگہ سے نہ ہلتے ہوئے کہا۔

"اور ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ بارہ بجے سے پہلے حویلی تک پہنچنا ہے۔" خان رحمان بولے۔

"ہاں! یہ تو خیر ٹھیک ہے۔ وہاں بھی خطرہ ہے، لیکن تم فکر نہ کرو۔ آؤ ہم کوئی ٹیکسی پکڑ لیں۔"

"اور کار کا کیا کریں؟"

"اسے اسی طرح کھڑا رہنے دیتے ہیں، صبح آ کر دیکھ لیں گے کہ اس کا کیا بنا۔" وُہ بولے۔

"جیسے تمھاری مرضی۔"

ابھی انھوں نے ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑاتے ہوئے قدم اُٹھائے ہی تھے کہ ایک ہولناک دھماکا ہوا اور کار کے پرخچے فضا میں اڑتے نظر آئے۔

"لو بھئی۔ کار تو گئی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اُف جمشید۔ اگر ہم بھی کار میں بیٹھے ہوتے۔"

"تو ہم بھی اسی طرح منتشر ہو چکے تھے۔"

www.UrduFanz.com



"یار جمشید۔ آج تو تم نے بال بال بچا لیا" خان رحمان تھر تھر کانپتی آواز میں بولے۔

"میں نے نہیں، اللہ تعالیٰ نے" وہ بولے۔

"اوہ ہاں! میں غلط کہہ گیا تھا"

دھماکے کی وجہ سے کچھ لوگ ادھر دوڑ پڑے تھے۔ آس پاس کی عمارتوں کے دروازے بھی کھلنے لگے تھے۔ شاید کسی نے پولیس کو بھی فون کر دیا تھا، اس لیے جلد ہی پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"اب ہمیں یہاں سے سرک جانا چاہیے۔ ورنہ لیٹ ہو جائیں گے" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ چلیں"

دونوں دوڑ پڑے۔ انھیں دوڑتے دیکھ کر کچھ پولیس والے ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور پھر ان کے پیچھے دوڑنے لگے۔ جلد ہی ایک جیپ حرکت میں آئی اور ان کے تعاقب میں چل پڑی۔ جوں ہی جیپ ان کے نزدیک پہنچی، گرج دار آواز میں کہا گیا:

"خبردار۔ رک جاؤ۔ ورنہ ہم گولی مار دیں گے"

انھیں رکنا پڑا۔ بلا وجہ موت کو دعوت دینے کا تو کوئی فائدہ نہیں تھا:



"جی فرمائیے۔ کیا بات ہے" انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

"تم دونوں بھاگ کیوں رہے تھے" ایک حوالدار نے آگے آتے ہوئے بارعب آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔

"کیوں جناب۔ اس سڑک پر بھاگنا منع ہے کیا" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں۔ لیکن یہاں ایک کار کو حادثہ پیش آ گیا ہے۔ یا کوئی اور واردات ہوئی ہے۔ اس جگہ سے تمھارا اچانک بھاگ کھڑا ہونا قابلِ اعتراض ہے" حوالدار نے کہا۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے"

"ہاں بالکل۔ تمھیں میرے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنا ہوگا۔ فون پر بتایا گیا تھا کہ یہاں ایک ہولناک قسم کا دھماکا ہوا ہے اور ایک کار کے پرخچے اڑ گئے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ کار کو بم سے اڑایا گیا ہے۔ کیا یہ کام تم دونوں کا ہے؟"

"جی نہیں۔ یہ کام ہمارا نہیں ہے۔ بلکہ وہ کار ہماری تھی" خان رحمان بے چارگی کے عالم میں بولے۔ انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"کیا کہا۔ کار تمھاری تھی" اس نے چیخ کر کہا۔

"جی ہاں! اس میں چیخنے کی کیا بات ہے" انسپکٹر جمشید بولے۔

www.UrduFanz.com



"اور اس میں بم کس نے رکھا تھا؟"

"یہ تو پتا نہیں، ویسے کسی نے رکھا ضرور تھا، اگر نہ رکھا ہوتا تو کبھی نہ پھٹتا۔" خان رحمان بولے۔

اس نے انھیں اس طرح گھورا جیسے ان کے پاگل ہونے میں ذرا بھی شک نہ ہو۔

"اب تو تم لوگوں کو ٹھہرنا ہی ہو گا۔" اس نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ اب کیا ہو گا؟"

"میں ساری بات سمجھ گیا ہوں۔" اس نے پُر زور لہجے میں کہا۔

"کیا سمجھ گئے ہیں؟" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ تم اس کار میں کوئی غیر قانونی چیز لے جا رہے تھے، کوئی خوف یا خطرہ محسوس کر کے تم نے خود ہی کار کو اُڑا دیا۔"

"لیکن جناب۔ یہاں تو دُور دُور تک کوئی خطرہ موجود نہیں۔"

"ہوں۔ تم لوگ یوں نہیں مانو گے۔ چلو بھئی انھیں زبردستی لے چلو۔" اس نے غرّا کر کہا۔

کانسٹیبل ان کی طرف بڑھے۔ ادھر انسپکٹر جمشید نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ بارہ بجنے میں بہت کم وقت رہ گیا تھا۔

"آؤ خان رحمان دوڑ لگائیں۔ ذرا دیکھیں تو سہی۔ یہ تیز دوڑتے ہیں یا ہم۔" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔



دونوں دوڑ پڑے۔ حوالدار چلّایا:

"اے۔ خبردار۔ گولی مار دوں گا۔"

لیکن انھوں نے جیسے سُنا ہی نہیں۔ بے تحاشا دوڑتے چلے گئے۔

"جیپ آگے بڑھاؤ۔ میں بھی انھیں زندہ گرفتار کروں گا۔"

جیپ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ لیکن وہ اچانک ایک تنگ گلی میں گھس گئے۔ اور پھر ایک اور گلی میں مُڑ گئے۔ جلد ہی وہ ایک اور سڑک پر نکل آئے۔ دُور دُور تک کسی پولیس کانسٹیبل کا پتا نہیں تھا:

"بھئی واہ۔ ہم کتنی آسانی سے نکل آئے ہیں۔ یہ ہے ہماری پولیس۔" خان رحمان بولے۔

"اس وقت پولیس کے مقابلے میں عام لوگ نہیں تھے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہم لیٹ ہو گئے ہیں۔ اب بارہ بجے تک شاید ہی حویلی تک پہنچ سکیں۔ رات کے وقت ٹیکسی بھی جلدی نہیں ملے گی۔ ہم نے غلطی کی۔ پولیس والوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اپنا تعارف کرا کے اسی جیپ میں ہی روانہ ہو جانا چاہیے تھا۔ خیر۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ ہمیں یہاں سے راستا بھی نہیں معلوم، پہلے راستا معلوم کریں۔ پھر اس طرف پیدل ہی چلتے ہیں۔ تاکہ

www.UrduFanz.com



اگر ٹیکسی مل گئی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پیدل چلتے ہوئے پہنچ جائیں گے۔"

وہ قدم اُٹھانے لگے۔ ایک چوراہے پر ایک آدمی مل گیا، اس سے حویلی کا راستا پوچھا اور اسی راستے پر چلنے لگے۔ راہ گیر نے بتایا کہ فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔"

آخر وہ حویلی کے نزدیک پہنچ گئے۔ اب وہ ایک جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک انھیں جنگل میں سے کوئی شخص گزرتا محسوس ہوا۔ انھیں یوں لگا جیسے کوئی شخص دوڑتا ہوا جنگل عبور کر رہا ہو:

"حیرت ہے۔ اس وقت کسی کو جنگل میں دوڑنے کی کیا ضرورت پڑ گئی:" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہوگا کوئی بے چارہ۔" خان رحمان بولے۔

"نہیں خان رحمان۔ ضرور کوئی بات ہے۔ وہ دیکھو۔ حویلی کے اوپر بہت دُھواں اٹھ رہا ہے:"

"اوہ!" خان رحمان کے منہ سے نکلا۔ ساتھ ہی ان کی نظر دُھوئیں پر پڑی۔ اِدھر انسپکٹر جمشید نے جنگل کی طرف دوڑ لگا دی۔ خان رحمان نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ وہ دوڑتے ہوئے اسی جگہ پہنچے، جہاں آدمی کی جھلک دکھائی دی تھی۔ پھر سمت کا اندازہ لگا کر وہ تیزی سے درختوں کے درمیان گزرنے لگے۔ ساتھ ہی وہ اِدھر اُدھر بھی دیکھتے جا رہے تھے:



"شک۔ کہیں۔ تمہیں وہم تو نہیں ہوا جمشید:"

"خان رحمان۔ تم نے پہلے بھی یہی کہا تھا۔ اس وقت بھی یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ مجھے وہم نہیں ہوا:"

"ہاں! یہ تو مجھے یاد ہے:"

"تو پھر اب اس بات کو بھی یاد رکھو۔ جنگل میں کوئی آدمی ضرور موجود ہے اور اس کا رُخ شہر کی طرف ہے۔ ہم بھی اس وقت شہر کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ معاملہ چوں کہ درختوں کا ہے۔ اس لیے اس کا پھر نظر آنا اتنا آسان نہیں، تاہم ایک بار اس کی ایک جھلک نظر آگئی تو پھر ہم اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے:"

وہ تیز تیز چلتے رہے۔ یہاں تک کہ درختوں کا سلسلہ ختم ہونے کے قریب ہو گیا، اب درخت دُور دُور نظر آ رہے تھے۔ اور پھر انھیں وہ آدمی نظر آ گیا۔ وہ ان سے کافی فاصلے پر تھا۔ اور شاید ان کے تعاقب سے بے خبر بھی۔ کیوں کہ وہ مُڑ کر نہیں دیکھ رہا تھا۔ بس چلا جا رہا تھا،

"خان رحمان۔ یہ کون ہے؟"

"بھلا اتنی دُور سے میں کس طرح پہچان سکتا ہوں:" خان رحمان بولے۔

"میں بھی نہیں پہچان سکا: لیکن خان رحمان۔ ہمیں یہ جاننا

www.UrduFanz.com



ہوگا کہ یہ کون ہے۔"

"تو پھر اور تیز دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔"

"اس طرح وہ خبردار ہو جائے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر تم ہی بتاؤ۔ کیا کیا جائے۔"

"تعاقب۔ اس وقت تک۔ جب تک کہ کہیں پہنچ کر رک نہ جائے۔"

"وہ تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"شاید آج ہم محمود، فاروق اور فرزانہ کے رنگ میں رنگ جائیں گے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔ لو ہم شہری حدود میں داخل ہو رہے ہیں۔"

اب وہ شخص سڑک تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے دوڑنا بند کر دیا۔ البتہ قدم اب بھی تیز تیز اٹھا رہا تھا، اچانک وہ ایک گلی میں مڑ گیا۔ اور جب وہ اس گلی کے موڑ پر پہنچے تو انھوں نے دیکھا، وہ ایک موٹر سائیکل پر سوار ہو کر اسے سٹارٹ کر چکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے موٹر سائیکل تیزی سے آگے بڑھی اور گلی کے دوسرے سرے سے باہر نکل کر سڑک پر پہنچ گئی:

"یہ کیا ہوا جمشید؟"



"بہت برا ہوا، وہ نکلا جا رہا ہے۔ ایسے میں ہمیں کوئی ٹیکسی بھی شاید ہی مل سکے۔ خیر آؤ۔" انھوں نے کہا اور دوڑ لگا دی۔ دونوں سڑک پر پہنچے۔ موٹر سائیکل کی سرخ بتی انھیں بہت دور دکھائی دی۔ انھوں نے مخالف سمت میں دیکھا، دور دور تک کوئی گاڑی نظر نہ آئی:

"کیا خیال ہے خان رحمان۔ آج دوڑ نہ لگائیں۔"

"یار لوگ کیا کہیں گے۔" خان رحمان گھبرا گئے۔

"کہیں تو تب جب وہ سڑک پر موجود ہوں گے۔ لوگ تو گھروں میں دبکے ہوئے ہیں۔"

"جیسے تمھاری مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

دونوں بلا کی رفتار سے دوڑنے لگے۔ اس وقت تک موٹر سائیکل کی سرخ روشنی بھی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ تاہم انھوں نے ہمت نہ ہاری اور دوڑ جاری رکھی۔ پندرہ منٹ تک مسلسل دوڑنے کے بعد ایک جگہ انھیں ایک موٹر سائیکل کھڑی نظر آئی۔ وہ ایک چھوٹی سی خوب صورت کوٹھی کے سامنے کھڑی تھی اور کوٹھی میں روشنی ہو رہی تھی:

"کیا خیال ہے خان رحمان۔ کیا یہ وہی موٹر سائیکل ہے۔"

"ابھی کیا کہا جا سکتا ہے۔ ہم اس کا نمبر تو پڑھ نہیں سکے تھے۔"

www.UrduFanz.com



"خیر - ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہ وہی موٹر سائیکل ہے، کیوں کہ اگر وہ یہ نہیں ہے، تب بھی - اب اسے پکڑنا ہمارے لیے آسان نہیں رہا۔"

"تب تو ضرور یہ بات فرض کر لو۔" خان رحمان خوش ہو کر بولے - ان کا سینہ تیزی سے پھول اور پچک رہا تھا - اتنی لمبی دوڑ انھوں نے شاید ریٹائرمنٹ کے بعد پہلی مرتبہ لگائی تھی -

"تو پھر آؤ - ذرا دیکھیں، یہاں کون رہتا ہے؟"

وہ آگے بڑھے، کوٹھی کے دروازے پر لگی نیم پلیٹ تاریکی میں تھی - انسپکٹر جمشید نے جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر اس پر روشنی ڈالی - دوسرے ہی لمحے حیرت زدہ انداز میں ان کے منہ سے نکلا:

"لیڈی ڈاکٹر مسز جبار بیگ۔"

*

"لیڈی ڈاکٹر - مسز جبار بیگ - یعنی وہی ڈاکٹر جو میرے سالوں کی بیویوں کا علاج کر رہی ہے۔"

"ہاں خان رحمان - اب ہمیں وہ بات فرض کرنے کی بھی ضرورت نہیں، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہی موٹر سائیکل ہے،



جس پر وہ شخص سوار ہوا تھا۔"

"لیکن جمشید - کیا تمھارے خیال میں لیڈی ڈاکٹر خود یہ موٹر سائیکل دوڑاتی یہاں آئی ہے؟"

"میں یہ نہیں کہتا - نہ جانے موٹر سائیکل پر کون آیا ہے، لیکن جو کوئی بھی آیا ہے - اس کا تعلق ہمارے اس کیس سے ضرور ہے، اور چوں کہ وہ یہاں آیا ہے، اس لیے لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کا بھی کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

یہ باتیں انھوں نے دبی آواز میں کی تھیں:

"پھر اب کیا کرنا ہے؟" خان رحمان کھوئے کھوئے انداز میں بولے -

"کیوں خان رحمان - تمھیں کیا ہوا؟"

"م - مجھے - وہ آ رہا ہے۔" انھوں نے جلدی سے کہا۔

"وہ آ رہا ہے - کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید حیران ہو کر بولے۔

"یعنی وہ - یعنی مزا - میں اس وقت خود کو محمود، فاروق اور فرزانہ خیال کر رہا ہوں۔"

"لیکن تم ایک ہی وقت میں وہ تینوں کس طرح ہو سکتے ہو۔" انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا اور وہ بے ساختہ انداز میں ہنس پڑے، لیکن آواز اب بھی نیچی تھی -

www.UrduFanz.com



"آؤ بھئی چیک کریں۔ موٹر سائیکل پر کون آیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور گھنٹی بجا دی۔ گھنٹی بجانے کے بعد انھیں قریباً دو منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر دروازہ کھلا اور ڈاکٹر مسز جبار کی صورت دکھائی دی۔ اس کی آنکھوں میں نیند تھی اور بال اُلجھے ہوئے تھے، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی ابھی بستر سے نکل کر آ رہی ہو۔

"معاف کیجیے گا۔ ہم نے آپ کو غلط وقت پر تکلیف دی۔"

"گ۔ کون۔ ارے۔ یہ آپ ہیں۔" اس نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں۔ بس یہ ہم ہی ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"آئیے۔ اندر تشریف لے آئیے۔"

"اندر چلنے سے پہلے ہم یہ جاننا پسند کریں گے کہ یہ موٹر سائیکل کس کی ہے؟"

"موٹر سائیکل۔ کون سی موٹر سائیکل۔" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"جی یہاں تو صرف ایک ہی موٹر سائیکل موجود ہے۔"

"اوہ اچھا۔ میں نہیں جانتی۔ یہ کس کی ہے۔ میں تو یہ سمجھی تھی کہ یہ آپ کی ہے۔"

"جی نہیں۔ ہم موٹر سائیکل پر نہیں آئے۔"

"لیکن یہاں آپ کی گاڑی بھی تو نظر نہیں آ رہی۔"



"ہم دراصل پیدل آئے ہیں۔"

"اوہ۔ لیکن کیوں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی بس مجبوری تھی۔ خان رحمان۔ ذرا اس موٹر سائیکل کے نمبر نوٹ کر لو۔ شاید ہمیں ضرورت پیش آئے۔"

"اچھا۔" انھوں نے کہا اور جیب سے قلم کاغذ نکال کر نمبر نوٹ کر لیے۔

اب وہ مسز جبار بیگ کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔

"آپ کے شوہر کیا کام کرتے ہیں؟"

"وہ کافی عرصے سے لاپتا ہیں۔"

"کیا کہا۔ لاپتا ہیں۔"

"جی ہاں۔ ایک روز صبح میں اٹھی تو وہ بستر پر نہیں تھے۔ کمرے میں ان کے جوتے اور کپڑے وغیرہ بھی نہیں تھے، سونے کا لباس البتہ بستر پر ملا تھا۔ گویا وہ کپڑے اور جوتے پہن کر گھر سے نکلے تھے۔ گھر کا دروازہ بھی اندر سے بند نہیں ملا تھا۔ میں نے پہلے تو یہ خیال کیا کہ شاید کوئی مریض آگیا ہو گا۔ اس کے ساتھ چلے گئے ہیں۔ لیکن جب وہ ناشتے کے وقت تک بھی نہ لوٹے تو میں نے اِدھر اُدھر فون کرنا شروع کیا۔ اس طرح بھی کوئی پتا نہ لگا تو پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ اس نے یہاں آ کر معائنہ کیا۔ پھر شہر میں ان کی تلاش شروع

www.UrduFanz.com



ہوئی ، لیکن کوئی سُراغ نہ ملا۔ اخبارات ، ریڈیو اور ٹی وی پر
اشتہارات دیے گئے ، اب تو ایک سال گزر چلا ہے۔ ان کا کوئی
پتا نہیں کہ کہاں ہیں۔ کہاں نہیں۔"

"اوہ۔ یہ تو آپ نے بہت پریشان کُن بات بتائی۔ کیا
وہ بھی ڈاکٹر تھے؟"

"جی ہاں ! ڈاکٹر تھے اور میرے ساتھ ہسپتال میں ہی ملازم
تھے۔"

"خیر۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں ذرا اس کیس سے فارغ ہو جاؤں ،
پھر لگے ہاتھوں آپ کے شوہر کو بھی تلاش کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ اگر آپ میرا یہ کام کر دیں تو میں آپ
کا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ ان کے بغیر میری زندگی ہی
اجیرن ہو کر رہ گئی ہے۔"

"ہوں۔" وہ بولے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئے۔

"جی فرمائیے۔ آپ رات کے اس حصے میں یہاں کیوں
تشریف لائے ہیں ، ظاہر ہے ، کوئی ضروری کام ہی ہوگا۔"

"جی۔ جی ہاں۔ کام تو بہت ضروری ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھہریے۔ پہلے میں آپ کے لیے چائے تو بنا لاؤں۔"

"نہیں نہیں۔ چائے رہنے دیجیے۔" خان رحمان جلدی سے بولے۔



"نہیں خان رحمان۔ میں چائے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں ،
میرا خیال ہے۔ انھیں یہ تکلیف دینی ہی ہوگی۔"

"ضرور ضرور۔ کیوں نہیں۔" مسز جبار بیگ نے کہا اور اُٹھ کر
چلی گئی۔

"یہ کیا جمشید۔ تم اور اس وقت چائے پیو گے۔"

"یار چُپ رہو۔" انھوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا اور
پھر ان کے کان پر جُھک گئے۔

پندرہ منٹ بعد مسز جبار بیگ چائے کی ٹرے اُٹھائے اندر
داخل ہوئیں۔

"معاف کیجیے گا۔ مجھے ذرا دیر لگ گئی۔"

"کوئی بات نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

انھوں نے چائے بنائی اور پینے لگے۔

"میں پریشان ہوں۔ مہربانی فرما کر جلد بتائیں۔ آپ کس لیے
تشریف لائے ہیں۔"

انسپکٹر جمشید نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ کیا بات کریں ،
کیوں کہ وہ تو صرف موٹر سائیکل والے کے چکر میں آئے تھے۔
اور پھر اچانک انھوں نے کہا :

"ہم ان تین مُردہ بچوں کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں۔"

"جی۔ کیا مطلب؟" مسز جبار بیگ اُچھل پڑیں۔ چائے کا کپ

www.UrduFanz.com



اُچھل گیا۔ اور چائے اس کے کپڑوں پر گر گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر کپڑے جھاڑنے لگیں۔

انسپکٹر جمشید اور خان رحمان حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس ننھے سے سوال سے وہ اس قدر بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو جائے گی۔

"خیر تو ہے مسز جبار بیگ۔ آپ میرا سوال سن کر گھبرا گئیں۔" انسپکٹر جمشید نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ ٹھہریے۔ ذرا میں لباس تبدیل کر آؤں۔"

"جی بہتر۔" وہ بولے اور مسز جبار بیگ جلدی سے باہر نکل گئیں۔

"یہ کیا ہوا جمشید؟" خان رحمان بولے۔

"پتا نہیں۔ میں نے تو یوں ہی ایک سوال کر ڈالا تھا۔ آخر یہاں آنے کی کوئی وجہ تو بتانی تھی۔ اب میں یہ تو کہہ نہیں سکتا تھا کہ ہم اس موٹر سائیکل کے تعاقب میں یہاں تک آئے ہیں۔"

"ہوں۔ بات حیرت کی ہے۔ تین مردہ بچوں کے ذکر پر اس قدر اُچھل پڑنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ویسے یہ بات بھی کم عجیب نہیں کہ تینوں عورتوں کے ہاں مردہ بچے پیدا ہوئے ہوں۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"تت۔ تم کیا سوچ رہے ہو جمشید؟"



"یہ کہ ہمیں ان تین مردہ بچوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔"

"اس طرح تو یہ کیس اور اُلجھ گیا۔"

"اُلجھنے کی پروا نہ کرو۔" وہ بولے۔

"اچھی بات ہے۔ نہیں کروں گا، بلکہ تم جتنا کہو گے، اُلجھتا چلا جاؤں گا۔"

"یار، فاروق کے انداز میں جملے نہ بولو۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ویسے کیا تم کسی نتیجے پر پہنچ چکے ہو؟"

"میں صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ کہیں بچے زندہ تو پیدا نہیں ہوئے تھے۔"

"کیا!" خان رحمان اُچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اس مرتبہ چائے کا کپ ان کے کپڑوں کو خراب کر گیا تھا۔

"بھئی اس قدر اُچھل پڑنے کی بات نہیں۔ یہ دنیا بہت عجیب جگہ ہے۔ یہاں ہم سوچ بھی نہیں سکتے، کیا کیا کچھ ہو سکتا ہے۔"

"پھر بھی جمشید۔ بھلا اس سے"

اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر لیڈی ڈاکٹر اندر داخل ہوئیں۔

www.UrduFanz.com



"معاف کیجیے گا۔ کپ چھلک جانے سے یہ بدمزگی پیدا ہو گئی۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ تشریف رکھیے۔" انسپکٹر جمشید نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

وہ ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔ اب ان کا چہرہ برسوں کا بیمار نظر آ رہا تھا:

"ہاں تو محترمہ۔ ہم ان تین مُردہ بچّوں کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ جو نواب فرقان کے بیٹوں کی بیویوں کے ہاں پیدا ہوئے۔ کیا وہ بچے ایک ہی دن پیدا ہوئے تھے؟"

"جی نہیں۔ مختلف اوقات میں۔" اس نے کہا۔

"اور تینوں مُردہ پیدا ہوئے؟"

"جی ہاں۔" اس نے کہا۔

"کیا یہ عجیب بات نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جج۔ جی۔ کون سی بات؟"

"یہ کہ تینوں عورتوں کے ہاں مُردہ بچّے پیدا ہوئے۔"

"جی۔ بھلا اس میں عجیب بات کیا ہے۔ مُردہ بچّے تو پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

"لیکن ایک گھر کی تین عورتوں کے تینوں بچّے ہی مُردہ۔ کیا یہ بات عجیب سی نہیں لگتی۔"

"آپ کو لگتی ہو گی۔ ایسی بات ہے نہیں۔" انھوں نے منہ



بنا کر کہا۔

"شکریہ۔ تینوں کیس آپ نے کیے تھے یا مختلف ڈاکٹروں نے؟"

"جی نہیں۔ تینوں ہی میرے حصے میں آئے تھے۔"

"اور آپ کی مدد کس نے کی تھی؟"

"اسی نرس نے۔ جسے آپ میرے ساتھ دیکھ چکے ہیں۔"

"اور شاید وہ ہسپتال کے کوارٹر میں رہتی ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی۔ جی ہاں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ ہم یہی معلوم کرنا چاہتے تھے۔" یہ کہ کر انسپکٹر جمشید اور خان رحمان اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"میرے شوہر والے معاملے کا خیال رکھیے گا۔"

"ہاں! آپ فکر نہ کریں۔ اس کیس سے فارغ ہونے کے فوراً بعد یہ کام بھی کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا نرس کے کوارٹر میں فون ہے؟" انسپکٹر جمشید نے کسی خیال کے تحت کہا۔

"جی نہیں۔ کوارٹرز ہسپتال کے ساتھ ہی تو ہیں۔ اس لیے ہسپتال کے نمبر پر فون کر کے بلایا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس موٹر سائیکل کے بارے میں اُلجھن ہی رہی۔"

www.UrduFanz.com



"م - میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"آپ نے اپنے دروازے پر موٹر سائیکل کے رُکنے کی آواز بھی نہیں سُنی تھی۔"

"نہیں - میں سو رہی تھی۔"

"تو یہاں آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں رہتا؟"

"نہیں - ڈاکٹر صاحب کے لاپتا ہونے کے بعد سے میں بالکل اکیلی رہ گئی ہوں۔" انھوں نے دُکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ کا اکاؤنٹ کون سے بنک میں ہے؟" انسپکٹر جمشید نے اچانک سوال کیا۔

"جی - یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ؟"

"بس ایسے ہی۔"

"جی - میرا اکاؤنٹ قومی بنک میں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ - ہم نے آپ کو کچھ زیادہ ہی تکلیف دی، امید ہے، معاف فرمائیں گی۔"

"ج - جی - کوئی بات نہیں۔" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

وُہ باہر کی طرف قدم اُٹھانے لگے - مسز جواد بیگ ان کے پیچھے چلتی رہیں - یہاں تک کہ بیرونی دروازے تک پہنچ گئے - اب انھوں نے پھاٹک کھولا اور باہر نکل آئے - دُوسرے ہی لمحے وُہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے —



"ارے - وُہ - وُہ کہاں گئی؟" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

موٹر سائیکل اب کوٹھی کے باہر موجود نہیں تھی - اسی وقت انھوں نے ایک کار کو اپنی طرف آتے دیکھا - دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے —

www.UrduFanz.com



# جنگل میں انگوٹھی

"یہ تو بہت عجیب بات ہے۔ اگر اس کمرے کا فرش ملازم صاف نہیں کرتے تو کون کرتا ہے؟" فرزانہ بولی۔

"اس کا مطلب ہے، ہمیں پوری حویلی کی نسبت اس کمرے کا جائزہ زیادہ غور سے لینا پڑے گا۔" فاروق بڑبڑایا۔

"ہوں ٹھیک ہے۔"

تینوں نے کمرے کے ایک ایک سنٹی میٹر کا جائزہ لینا شروع کیا۔ بے کار چیزیں بے ترتیبی کی حالت میں پڑی تھیں۔ کمرے میں ایک آتش دان بھی تھا۔ آتش دان میں راکھ موجود تھی جو نہ جانے کن وقتوں کی تھی۔ فرزانہ بے خیالی میں آتش دان کے پاس بیٹھ گئی اور اس راکھ میں انگلی پھیرنے لگی۔ محمود اس وقت دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھ رہا تھا۔ فاروق بکھرے سامان کے اردگرد کے فرش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک فرزانہ کے منہ سے سیٹی کی سی آواز نکلی۔ دونوں تیزی سے اس کی طرف مڑے:



"اس راکھ میں ایک لٹو سا موجود ہے۔"

"ویری گڈ۔ اور ہمیں چاہیے کیا۔ لٹو کی ہی تو تلاش تھی۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

محمود نے آگے بڑھ کر لٹو کو ٹٹولا اور پھر اسے گھمایا، لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ اب اس نے اسے دبایا، اب بھی کچھ نہ ہوا، تیسری مرتبہ اس نے اسے پکڑ کر اوپر کھینچا۔ اچانک ایک ہلکی سی آواز ابھری اور دروازے کے سامنے والی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ وہ اس طرف لپکے۔ دروازے کے ساتھ ہی سیڑھیاں نظر آئیں۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ سیڑھیاں اُترنے لگے۔ نیچے انھیں ایک سُرنگ نظر آئی۔ سُرنگ صرف اس قدر چوڑی تھی کہ اس میں سے ایک آدمی گزر سکتا تھا۔ محمود کے ہاتھ میں پنسل ٹارچ تھی، اس لیے وہ آگے چل رہا تھا۔ آخر سُرنگ ختم ہوئی۔ اور ایک اور دروازہ نظر آیا، اس کے دائیں طرف دیوار میں ویسا ہی ایک لٹو بنا ہوا تھا۔ اسے کھینچا گیا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ اس دروازے سے باہر نکلے تو حویلی کے پچھلے حصے میں کھڑے تھے اور ان کے چاروں طرف درخت ہی درخت تھے۔

"یہ بات تو طے ہو گئی کہ مجرم باہر سے آتا ہے۔ اندر کا نہیں ہے۔" محمود نے پُرجوش انداز میں کہا۔

www.UrduFanz.com



"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مجرم اندر کا ہی آدمی ہو — اور۔" فاروق کہتے کہتے رُک گیا۔

"نہیں۔ اس صورت میں سب لوگ حویلی کے اندر نہیں مل سکتے تھے۔ جب کہ آگ لگنے کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں بند ملے تھے اور بے ہوش بھی۔"

"باہر تو پھر ہمارے پاس لے دے کے صرف دو آدمی ہیں۔ جو یہ کام کر سکتے ہیں۔ طاہر ادریس اور عدنان کاکی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب ہماری تفتیش کا زور ان پر رہے گا۔ یہ خفیہ راستا ملنے کا مطلب یہی اور صرف یہی ہے۔"

"ہوں! بات ٹھیک ہے۔ آؤ ذرا جنگل کی بھی سیر ہو جائے۔"

وہ جنگل میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور پھر کافی دُور جا کر واپس لوٹے۔ اچانک فرزانہ کی نظر ایک انگوٹھی پر پڑی، انگوٹھی چاند کی چاندنی میں نظر آئی تھی۔ اس نے تیزی سے جھک کر انگوٹھی اُٹھا لی۔

"جنگل میں انگوٹھی۔" فرزانہ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"اور تم کیا چاہتی تھیں۔ جنگل سے ہیروں کا ہار ملتا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ انگوٹھی زیادہ سے زیادہ ایک آدھ دن پہلے یہاں گری



ہے۔ بالکل صاف ستھری ہے۔" فرزانہ بولی۔

"ہوں! اس میں کوئی شک نہیں۔ اور انگوٹھی ہے بھی چھوٹی سی۔ جیسے کسی عورت کی ہو۔" محمود نے پُر خیال لہجے میں کہا۔

"تب تو یہ حویلی میں سے بھی کسی کی ہو سکتی ہے۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں۔ آؤ چلیں۔" فرزانہ بولی۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتے حویلی کے دروازے پر پہنچے۔ دستک دی تو یار جنگ نے دروازہ کھولا اور پھر دھک سے رہ گیا:

"ارے۔ یہ کیا آپ لوگ تو حویلی کے اندر موجود تھے۔"

"ہاں! یہی تو ہمارا کمال ہے۔" محمود مُسکرایا۔

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہمیں اندر جانے دیں، پھر بتائیں گے، یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"آئیے آئیے۔" اس نے کانپتی آواز میں کہا۔

"کیوں بھئی۔ تمھاری آواز کیوں کانپنے لگی؟"

"لگ۔ کہیں آپ لوگ جن بھوت تو نہیں ہیں۔"

"ارے نہیں بھئی۔ ہم تو انسان ہیں۔ یعنی اشرف المخلوقات۔" فاروق بولا۔

آخر وہ اندر داخل ہو گئے۔ جس جس نے انھیں دیکھا، گھبرا گیا۔ کیوں کہ سبھی کو معلوم تھا، وہ حویلی کا جائزہ لے رہے

www.UrduFanz.com



ہیں۔ آخر سب لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ نواب فرقان سب
سے زیادہ حیران تھے:

"بھئی ذرا جلدی بتائیں نا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟"

"معاملے سے پہلے آپ لوگ یہ بتائیں۔ یہ انگوٹھی کس کی ہے؟"

محمود نے یہ کہہ کر انگوٹھی ان کے سامنے کر دی۔ وہ سب انگوٹھی
پر جھک گئے۔ اور پھر ان کے سر نفی میں ہلنے لگے۔

"نہیں۔ یہ ہم میں سے کسی کی نہیں ہے۔"

"ذرا۔ سب لوگ اسے اپنی اپنی انگلیوں میں پہن کر دکھائیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" اختر کی بیوی نے منہ بنا کر کہا۔

"ضرورت ہے۔ آخر یہ انگوٹھی کسی نہ کسی کی تو ضرور ہے۔
حویلی کے پاس درختوں کے درمیان پڑی ملی ہے۔"

"حیرت ہے۔ یہ وہاں کہاں سے آ گئی۔" نواب فرقان نے
کہا، پھر انگوٹھی اٹھا کر اپنی سب سے چھوٹی انگلی میں پہننے
کی کوشش کی، لیکن ان کی انگلی میں وہ نہ آ سکی۔

"چلو بھئی۔ باری باری سب پہن کر دیکھو۔"

ان سب نے کوشش کی۔ تینوں عورتوں کی چھوٹی انگلیوں میں
وہ ڈھیلی تھی۔ دوسری انگلیوں میں تنگ۔ لہٰذا وہ ان کی بھی نہیں
ثابت ہوئی تھی۔

"پھر آخر یہ کس کی ہے؟"



"ہم۔ مجھے۔ مجھے کچھ یاد پڑتا ہے۔" اختر کی بیوی بولی۔

"کیا یاد پڑتا ہے؟"

"یہ کہ میں نے یہ انگوٹھی۔ ڈاکٹر مسز جبار بیگ کی انگلی میں
دیکھی تھی۔"

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

ان کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

*

"مہربانی فرما کر ذرا اچھی طرح یاد کرنے کی کوشش کریں۔"

"میں صرف خیال ہی ظاہر کر سکتی ہوں۔ کیوں بھئی۔ تم دونوں
کیا کہتی ہو؟"

"مجھے بھی یہی محسوس ہو رہا ہے۔" شاکر کی بیوی بولی۔

"اور مجھے تو اچھی طرح یاد آ گیا ہے۔ یہ انگوٹھی ڈاکٹر مسز جبار
بیگ کی ہی ہے۔"

"ویری گڈ۔ پھر تو ہمیں ابھی اور اسی وقت ان کے گھر جانا
ہو گا۔ اور ان سے معلوم کرنا ہو گا کہ ان کی انگوٹھی جنگل میں
کس طرح پہنچ گئی۔ وہ جنگل میں کیا کرنے گئی تھیں، لیکن ہم ان کا
گھر نہیں جانتے۔ آپ میں سے ایک صاحب کو ہمارے ساتھ چلنا ہو

www.UrduFanz.com



گا۔"

"خان بہادر چلا جائے گا۔"

"کیا یہ گاڑی چلا لیتے ہیں؟"

"اوہ نہیں۔ اختر۔ تم انھیں لے جاؤ۔"

"بہت بہتر ابا جان۔" اس نے کہا۔

جلد ہی وہ نواب فرقان کی کار میں اڑے جا رہے تھے۔ کوٹھی کے دروازے پر پہنچتے ہی وہ چونک اُٹھے۔ ان کے والد، خان رحمان اور لیڈی ڈاکٹر مسز جبار بیگ دروازے پر ہی کھڑے تھے:

"خیر تو ہے ابا جان۔ آپ لوگ اس کوٹھی کے دروازے پر کھڑے کیا کر رہے ہیں؟"

"پہلے تم بتاؤ۔ تم یہاں کس طرح آئے ہو؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی۔ ہم۔ ہمیں تو یہاں تک ہماری تفتیش لائی ہے۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"اوہو۔ یہ بات ہے۔" انسپکٹر جمشید پُر جوش آواز میں بولے۔

"جی ہاں! ہم مسز جبار بیگ سے ایک سوال پوچھنے آئے ہیں۔" یہ کہہ کر محمود نے جیب سے انگوٹھی نکالی:

"محترمہ۔ یہ انگوٹھی آپ کی ہے؟"

انگوٹھی دیکھ کر مسز جبار کا رنگ ہلدی کی طرح زرد پڑ گیا۔



"ہاں! یہ میری ہے۔" انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر یہ آپ کے پاس کیوں نہیں ہے۔ ہمارے ہاتھوں میں کیوں نظر آ رہی ہے؟"

"یہ۔ یہ مجھ سے گم ہو گئی تھی۔"

"کہاں گری تھی۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں؟"

"جی نہیں۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں۔"

"ہوں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ ہمیں حویلی کے پچھلی طرف واقع جنگل میں سے ملی ہے۔"

"کیا!" انسپکٹر جمشید چونک اُٹھے۔

"آپ کو حیرت کیوں ہوئی ابا جان؟"

"پہلے اپنی بات مکمل کرو۔ تم جنگل میں کیا کرنے گئے تھے؟"

"جی وہ۔ ہم جنگل میں نہیں گئے تھے۔ ہمیں تو جنگل اپنے اندر لے گیا تھا۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" انھوں نے منہ بنا کر کہا۔

"فاروق سے تو اللہ بچائے، بات صرف یہ ہے ابا جان کہ حویلی میں مجرم نے ٹھیک بارہ بجے اپنا وار کیا تھا۔ وہ ایک خفیہ راستے سے اندر داخل ہوا، سب لوگوں کو باری باری بے ہوش کیا اور پھر ہمارے کمرے میں پٹرول بہا کر آگ لگا دی۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

www.UrduFanz.com



محمود بتانے لگا کہ وہ کس طرح کمرے سے باہر نکلے، پھر انھوں نے یہ اندازہ لگایا کہ مجرم ضرور باہر کا آدمی ہے اور اس خیال کو سامنے رکھ کر انھوں نے خفیہ راستا تلاش کیا۔ خفیہ راستا انھیں جنگل میں لے گیا اور جنگل سے یہ انگوٹھی ملی۔

"اور انگوٹھی لے کر تم یہاں آ گئے۔" خان رحمان نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں انکل، کیوں کہ اس کے علاوہ ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے تھے۔"

"مسز جبار بیگ۔ اب آپ کیا کہتی ہیں؟"

"سوائے اس کے میں کیا کہوں کہ انگوٹھی مجھ سے کہیں گر گئی تھی۔ یہ جنگل میں کس طرح پہنچی۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

"ہوں۔ میرا خیال ہے۔ ہمیں تھوڑی دیر کے لیے اور اندر بیٹھنا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" مسز جبار بیگ بولیں۔

وہ انھیں پھر اندر لے آئیں۔

"کیا میں یہاں سے ایک فون کر سکتا ہوں؟"

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" انھوں نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

انھوں نے پولیس اسٹیشن کے نمبر ملائے، اپنا تعارف کرایا اور پھر موٹر سائیکل کا نمبر بتاتے ہوئے کہا:

"میں اس وقت ڈاکٹر مسز جبار بیگ کی کوٹھی میں موجود ہوں،



جلد از جلد اطلاع دیں کہ یہ موٹر سائیکل کس کی ہے۔"

"جی بہتر۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"اب میں تمھیں اپنی کہانی سنا دوں کہ ہم یہاں کس طرح پہنچے۔"

"جی ہاں ابا جان! یہ بہت ضروری ہے۔" فرزانہ خوش ہو کر بولی۔

اور وہ تفصیل سنانے لگے۔ ان کے خاموش ہوتے ہی ان کے منہ سے ایک ساتھ 'اوہ' نکلا اور ان کی نظریں مسز جبار بیگ پر جم گئیں۔

"تب تو معاملہ بہت سنگین ہے۔"

"ہاں! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا کیس مسز جبار بیگ کے گرد گھوم رہا ہے، لیکن یہ کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہیں۔"

"جی۔ میں کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہوں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" مسز جبار بیگ نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! ہم چاہتے ہیں، آپ سب کچھ صاف صاف بتا دیں۔"

"لیکن کیا بتا دوں؟"

"اس معاملے سے آپ کا کیا تعلق ہے۔ کیا نواب فرقان کو دھمکی آمیز خط آپ نے لکھا تھا؟"

"ہرگز نہیں۔" انھوں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا۔ آپ کی نرس نے لکھا تھا؟"

"نہیں۔ اس نے بھی نہیں لکھا۔"

"اچھا تو پھر آپ اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ کر دے دیں۔"

www.UrduFanz.com



"جی بہتر۔"

"اور آپ کی نرس کے ہاتھ کی تحریر کی بھی ضرورت ہو گی۔"

"خیر وہ ہم حاصل کر لیں گے۔"

وہ تحریر لکھنے لگی۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید جلدی سے فون کی طرف بڑھے اور ریسیور اٹھا لیا:

"ہیلو۔" انھوں نے کہا۔

"یہ آپ ہیں انسپکٹر صاحب۔" دوسری طرف سے تھانے دار کی آواز سنائی دی۔

"ہاں! میں ہی ہوں۔ کیا رپورٹ ہے۔"

"موٹر سائیکل مسٹر جبار بیگ کے نام ہے۔"

"کیا!!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔ ان کی نظریں مسز جبار بیگ پر جم گئیں۔



# لاپتا شوہر

"خیر تو ہے۔ آپ مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہیں۔"

"گھوروں نہ تو کیا کروں۔ ہر لمحے آپ کی ذات الجھتی نظر آ رہی ہے۔ وہ موٹر سائیکل۔ جو کوٹھی کے باہر کھڑی تھی۔ جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا کہ آپ کو کچھ نہیں معلوم۔ کس کی ہے۔ وہ دراصل آپ کے لاپتا شوہر کی تھی۔"

"کیا! لاپتا شوہر۔ یہ کیا بات ہوئی آبا جان۔"

"ہاں۔ میں تمھیں ان کے لاپتا شوہر کی بات بتانا تو بھول ہی گیا۔" انھوں نے کہا اور شوہر کے گم ہونے کی کہانی بھی انھیں سنا دی۔

"اور اب وہ موٹر سائیکل ان کی بتائی جا رہی ہے۔ جب کہ بیگم صاحبہ نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ انھیں نہیں معلوم کہ موٹر سائیکل کس کی ہے۔"

"اور میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ مجھے اس وقت واقعی یہ بات

www.UrduFanz.com



معلوم نہیں تھی کہ وہ موٹر سائیکل میرے شوہر کی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"موٹر سائیکل تو میرے شوہر کے ساتھ ہی گم ہو گئی تھی۔ گویا وہ گھر سے رخصت ہوتے وقت موٹر سائیکل پر بیٹھ کر گئے تھے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا، پھر انسپکٹر جمشید بولے:

"کیا رپورٹ میں یہ بھی درج کرایا گیا ہے کہ موٹر سائیکل بھی غائب ہے؟"

"ہاں! آپ چیک کر سکتے ہیں۔"

"چلیے۔ موٹر سائیکل والا معاملہ تو طے ہوا۔ حالات ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ یہ سارا چکر آپ نے اور آپ کے شوہر نے مل کر چلایا ہے۔"

"ن... نہیں۔ یہ غلط ہے۔ بھلا ہمیں اس چکر سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟"

"اس بات پر میں غور کر رہا ہوں۔ اور ان شاء اللہ بہت جلد کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں گا۔ بہتر تو یہی ہے کہ آپ ہی ہمیں بتا دیں۔"

"مجھے جو کچھ معلوم تھا۔ بتا چکی ہوں۔"

"آؤ بھئی چلیں۔ اب ذرا اس نرس سے بھی بات کر لیں۔ شاید وہ کچھ اگلنے پر تیار ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحبہ۔ مہربانی فرما کر نرس



کو فون کرنے کی کوشش نہ کیجیے گا۔ محمود۔ تم تار ہی کاٹ دو۔ نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری۔"

"جی بہتر۔" محمود نے کہا اور جوتے کی ایڑی میں سے چاقو نکال لیا۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"بس دیکھتی جائیے۔"

محمود نے تار کاٹ دیے۔ اس کے بعد وہ سب نرس کے کوارٹر تک پہنچے۔ وہ ان سب کو دیکھ کر ڈر گئی، چہرے کا رنگ اڑ گیا:

"یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپ بھی برابر کی شریک ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے گول مول انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"لیڈی ڈاکٹر مسز جبار بیگ نے پیدا ہونے والے ان تینوں بچوں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا۔ اس میں آپ کا برابر کا حصہ ہے۔"

"ن... نہیں۔" وہ خوف زدہ آواز میں چلائی اور پھر اس کے بدن میں تھرتھراہٹ دوڑ گئی۔

"آپ کے لیے نرم سزا تجویز ہو سکتی ہے۔ میں سزا میں کمی کی درخواست کر سکتا ہوں۔" وہ بولے۔

"م... میں سمجھی نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

www.UrduFanz.com



"اگر آپ سرکاری گواہ بن جائیں تو بہت چھوٹ مل جائے گی۔ ورنہ جو سزا بیگم جبار کو ملے گی، وہی آپ کو۔"

"نہیں نہیں۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ کام خود مسز جبار نے اپنے ہاتھ سے کیا تھا۔ تینوں بچوں کا گلا انھوں نے اپنے ہاتھ سے گھونٹا تھا۔"

"کیا!!!" وہ چلا اُٹھے۔

ان کی آنکھیں خوف کی زیادتی سے پھیل گئیں۔ تین پیدا ہونے والے بالکل معصوم بچوں کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا۔ اور یہ کام ایک سنگ دل ڈاکٹر نے کیا تھا۔ ڈاکٹر جس کا کام زندگی بچانا ہے۔ زندگی لینا نہیں۔

"اور ایسا کیوں کیا گیا؟"

"یہ بات مجھے نہیں معلوم۔ یہ تو صرف مسز جبار کو معلوم ہے کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ مجھے تو خاموش رہنے کا معاوضہ دیا گیا تھا۔"

"کتنا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"دس ہزار روپے۔"

"اُف اللہ۔ آؤ بھئی۔ جلدی کرو۔"

انسپکٹر جمشید باہر کی طرف دوڑ پڑے۔

"بھاگنے کی کیا ضرورت ہے ابا جان؟"



"ہم سے غلطی ہوئی۔ مسز جبار فرار ہو چکی ہو گی یا فرار ہونے کی تیاری کر رہی ہو گی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ آندھی اور طوفان کی رفتار سے مسز جبار کی کوٹھی پہنچے۔ کوٹھی کا دروازہ انھیں بند ملا۔ محمود نے اپنے والد کا اشارہ پا کر دروازے پر دستک دی۔

عین اسی وقت اندر ایک لرزہ خیز چیخ گونجی۔ وہ تھرا اُٹھے۔ اور زور زور سے دروازہ دھڑدھڑانے لگے۔ ایک منٹ گزر گیا، لیکن دروازہ نہ کھلا۔ آخر انسپکٹر جمشید نے پیچھے ہٹ کر دروازے پر ٹکر ماری۔ تیسری ٹکر پر دروازے کے قبضے اکھڑ گئے۔ اور وہ اندر کی طرف بھاگے۔

ایک کمرے کے کھلے دروازے پر وہ رُک گئے۔ اندر کا منظر بہت ہولناک تھا۔

*

مسز جبار کی لاش ایک رسی سے لٹک رہی تھی۔ رسی کا ایک سرا چھت سے لگے لوہے کے ہک میں تھا، دوسرا سرا ان کے گلے میں۔ ان کی آنکھیں باہر کو اُبل آئی تھیں۔ جسم میں ابھی تک

www.UrduFanz.com



پھڑک رہی تھی۔ نیچے ایک لمبا سٹول اُلٹا پڑا تھا۔

"اُف اللہ۔ اس نے تو خودکشی کر لی۔" خان رحمان نے کانپتی آواز میں کہا۔

"افسوس۔ یہ بُرا ہوا۔" فاروق بولا۔

"لل۔ لیکن۔ یہ خون کے قطرے کیسے ہیں؟" فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

اس کی اُنگلی کی سیدھ میں انھوں نے دیکھا۔ کمرے کے فرش پر خون کے بالکل تازہ قطرے موجود تھے۔ اب انھوں نے لٹکتی لاش کو غور سے دیکھا تو خون اس کے سر سے بہہ کر جسم سے ہوتا ہوا فرش پر ٹپ ٹپ گر رہا تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" محمود نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" خان رحمان بولے۔

"اگر یہ خودکشی ہے تو سر پر چوٹ کا کیا سوال، خودکشی کرنے والا اپنے سر کو زخمی نہیں کرتا۔ تڑپنے کی حالت میں بھی پاؤں تو کسی چیز سے ٹکرا کر زخمی ہو سکتا ہے۔"

"تب پھر یہ خودکشی نہیں قتل ہے۔ پہلے ان کے سر پر چوٹ مار کر انھیں بے ہوش کیا گیا اور پھر پھانسی دی گئی۔" فرزانہ بولی۔

"اس صورت میں یہاں وہ چیز بھی موجود ہونی چاہیے۔ جس سے



چوٹ ماری گئی، کیوں کہ وہ چیز اسے ساتھ لے جانے کی فرصت کہاں ملی ہو گی۔" فاروق نے کہا۔

"تم نے ٹھیک کہا فاروق۔ لہٰذا تم فوراً اس کمرے کی کھڑکی کے سامنے والی جگہ کا جائزہ لو۔ میرا خیال ہے، یہ کھڑکی، پائیں باغ میں کھلتی ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی ابّا جان۔ میں ہی خیال ظاہر کروں اور میں ہی تلاش کرنے جاؤں۔"

"ہاں بھئی۔ تمھارا خیال مکمل طور پر درست تو اسی وقت ثابت ہو گا۔" فرزانہ ہنسی۔

"بہت بہتر۔ میں جا رہا ہوں۔" اس نے پاؤں پٹخ کر کہا اور چلا گیا۔

انسپکٹر جمشید نے ٹیلی فون کے تار دوبارہ جوڑے اور پولیس کو فون کے ذریعے اطلاع دی۔ ابھی فارغ ہوئے ہی تھے کہ فاروق کمرے میں داخل ہوا، اس کے چہرے پر فتح مندی کے آثار تھے۔ اور ہاتھ میں کانسی کا بنا ہوا ایک بڑا سا مجسمہ تھا۔ اس نے مجسمے کو ایک طرف سے چٹکی میں پکڑ رکھا تھا۔

"مجھے پوری امید ہے ابّا جان۔ سر پر وار اسی سے کیا گیا ہے۔ اب اگر اس پر انگلیوں کے نشانات مل جائیں تو مزا آ جائے گا۔" وہ بولا۔

"مجھے سو فی صد امید ہے کہ نشانات ضرور ملیں گے، کیوں کہ

www.UrduFanz.com



قاتل نے یہ اقدام ہنگامی حالت میں کیا ہے، اسے منصوبہ بندی کی مہلت نہیں ملی ہو گی۔ لہٰذا دستانے پہننے یا ہاتھ پر رُومال وغیرہ لپیٹنے کی فرصت کہاں ملی ہو گی۔ ٹھہرو! میں فنگر پرنٹ والوں کو بھی فون کر دوں۔"

آدھ گھنٹے بعد پولیس آ چکی تھی۔ فنگر پرنٹ والے بھی جیسے پرسے انگلیوں کے نشانات اٹھا چکے تھے اور پھر ان نشانات کو ان تمام نشانات سے ملایا گیا جو متعلقہ لوگوں کے پہلے ہی لیے جا چکے تھے۔ دُوسرا لمحہ حیران کن تھا۔ ان کی آنکھیں پھیل گئیں اور منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ انسپکٹر جمشید پُر جوش آواز میں بولے:

"ہم حویلی میں ہی ساری بات بتائیں گے۔ سب لوگ وہاں جمع ہو جائیں گے۔"

اور وُہ حویلی پہنچ گئے۔ نواب فرقان نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا تو انسپکٹر جمشید بولے:

"کیس حل ہو چکا ہے جناب، مجرم کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کر لیا گیا ہے۔ سب لوگوں کو یہاں بلا لیں، پھر ہم تفصیل سُنائیں گے۔"

"ویری گڈ۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی کیس حل ہو جائے گا۔"

"اس کی وجہ یہ ہے جناب کہ ہم ہر کیس کے پیچھے ہاتھ دھو



کر پڑ جاتے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

نواب فرقان بھی مسکرا دیے اور پھر وُہ ادھر اُدھر فون کرنے لگے۔ بیس منٹ بعد سب لوگ ان کے ڈرائنگ روم میں موجود تھے، لیکن انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ سب کو کیوں جمع کیا گیا ہے۔

"آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا جناب کہ ہم سب کو یہاں کیوں جمع کیا گیا ہے؟"

"انسپکٹر جمشید بتائیں گے۔"

"جی ہاں۔ ضرور۔ کیوں نہیں۔ پہلے تو آپ سب یہ سُن لیں کہ لیڈی ڈاکٹر مسز جبار بیگ کو قتل کر دیا گیا ہے اور یہ ابھی قریباً ایک گھنٹا پہلے کیا گیا ہے۔"

"جی۔ کیا فرمایا۔ قتل کر دیا گیا ہے۔" عدنان کاکی نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں، انھیں قتل کر دیا گیا ہے۔ اور مزے کی بات یہ کہ قتل کو خودکشی کا رنگ دینے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن ہم نے فوراً ہی یہ چال بھانپ لی۔"

"لیکن کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" اختر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"اور ڈاکٹر مسز جبار بیگ کا ہمارے اس معاملے سے کیا تعلق

www.UrduFanz.com



ہے" شاکر بولا۔

" تعلق ہے۔ بہت گہرا تعلق۔ سُنیے۔ مجرم دراصل یہ چاہتا تھا کہ آپ تینوں حضرات باپ نہ بنیں۔ یعنی آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہو" انھوں نے عجیب بات کی۔

" کیا فرمایا۔ ہمارے ہاں اولاد نہ ہو۔ یہ کیا بات ہوئی۔ اس بات سے مجرم کو بھلا کیا فائدہ ؟" رؤف نے بوکھلا کر کہا۔

" ہاں ! میں فائدہ بھی بیان کروں گا۔ فکر نہ کریں۔ ہاں تو مجرم یہ چاہتا تھا کہ آپ تینوں کے ہاں اولاد نہ ہو، لیکن اولاد ہونے کا وقت آگیا ؛ چنانچہ وُہ سیدھا لیڈی ڈاکٹر مسز جبار بیگ سے جا کر ملا ، کیوں کہ وُہی اس گھر کی ڈاکٹر تھی۔ اس نے کوئی بڑی رقم ڈاکٹر کو دی اور اس بات پر رضا مند کر لیا کہ وُہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کا گلا گھونٹ دے گی۔ لیکن چوں کہ ولادت کے وقت اسے نرس کو بھی ساتھ رکھنا پڑتا ہے۔ لہٰذا اسے بھی ساتھ ملانا پڑا۔ اس کی مٹھی بھی گرم کی گئی۔ پھر دوسری خاتون کے ہاں بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو یہی کیا گیا اور تیسری بار بھی یہی کیا گیا۔ اس کے بعد اس گھر نے تینوں عورتوں کا علاج بھی چوں کہ مسز جبار بیگ سے ہی کرایا تھا۔ اس لیے مجرم نے اسے مشورہ دیا کہ وُہ علاج کے دوران ایسی دوائیں تینوں عورتوں کو استعمال کراتے کہ اولاد ہو ہی



سکے۔ اس نے حامی بھر لی۔ ان تینوں کے ذہنوں میں اس نے یہ بات بٹھائی کہ اگر مستقل طور پر علاج نہ کرایا گیا تو آیندہ بھی مُردہ بچے پیدا ہوں گے ، چنانچہ علاج شروع کرا دیا گیا۔ اور اس علاج کے پردے میں لیڈی ڈاکٹر انھیں ایسی دوائیں دیتی رہی کہ اولاد نہ ہو سکے۔ اس طرف سے فارغ ہو کر مُجرم نے دُوسرا اہم قدم اُٹھایا۔ اس نے نواب فرقان صاحب کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا۔ کہ سب کچھ بیٹوں کو سونپ کر دُنیا سے کنارہ کش ہو جائیں۔ حج پر چلے جائیں اور واپس نہ آئیں۔ ورنہ قتل کر دیے جائیں گے۔ اس دھمکی آمیز خط کے نتیجے میں ہمیں یہاں آنا پڑا۔ اور ہم نے اپنے انداز میں تفتیش شروع کی۔ لہٰذا اس وقت ہم سب یہاں موجود ہیں۔ مُجرم کا مقصد صرف یہ تھا کہ تینوں بھائی اپنے اپنے حصّے کے مالک بن جائیں، اس کے بعد عورتوں کے ذریعے ان تینوں میں بھی پھوٹ ڈلوا دی جائے ، پھر وُہ الگ الگ ہو جائیں۔ ان کے الگ الگ ہونے کے بعد اس کا کام بالکل آسان تھا"

" جی کیا مطلب۔ کون سا کام ؟"

" عورتوں کے ذریعے لمبی چوڑی رقوم بٹورنا۔ اور پھر ایک بہت بڑی رقم جمع کر کے کوئی بڑا ٹھیکا لینا "

" جی۔ کیا کہا۔ بڑا ٹھیکا لینا" نواب فرقان اور ان کے بیٹے

www.UrduFanz.com



چلا اُٹھے۔ ان کی بیویوں کی آنکھیں بھی حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ باقی لوگوں کی نظریں عدنان کاکی پر جم گئیں۔

"جی ہاں! یہی ہیں آپ کے مجرم۔ اپنی بہنوں کے ذریعے یہ دولت ہتھیا سکتے تھے، بلکہ بہت آسانی سے یہ کام کر سکتے تھے۔"

"اُف اللہ۔ تو ہمارے ہاں زندہ سلامت بچے پیدا ہوئے تھے۔"

"ہاں! نرس ابھی زندہ ہے۔ وہ یہ گواہی دے گی۔"

"بھول رہے ہو انسپکٹر۔ نرس بھی دوسری دنیا کا ٹکٹ کٹوا چکی ہے۔" عدنان کاکی نے ہنس کر کہا۔

"اوہ!" انسپکٹر جمشید دھک سے رہ گئے۔

"تو تم نے اسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔"

"میں کیوں لگاتا۔ ٹھکانے لگایا ہوگا اس مجرم نے۔ جس نے دھمکی آمیز خط لکھا تھا۔ میرے خلاف تمہارے پاس کیا ثبوت ہے۔"

"ثبوت۔ ثبوت کا تم فکر نہ کرو۔ وہ میں پیش کروں گا۔"

"تو پھر کرو۔" وہ بولا۔

"کانسی کا مجسمہ جس سے تم نے لیڈی ڈاکٹر کا سر پھاڑا، ہمیں باغ سے مل گیا ہے اور اس پر تمہاری انگلیوں کے نشانات موجود ہیں۔ اس پر مسز سجاد بیگ کا خون بھی لگا ہوا ہے۔ شاید تم نے ایک بار سے زائد بار مجسمہ مارا تھا۔"

عدنان کاکی ساکت رہ گیا۔ نواب فرقان کے چہرے پر سب



سے زیادہ حیرت تھی۔

"اُف مالک۔ یہ ہم نے کیا سنا ہے۔ ایک ماموں اس قدر ظالم بھی ہو سکتا ہے۔ ایک بھائی اتنا تنگ دل بھی ہو سکتا ہے۔" انھوں نے روتی آواز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے یا نہیں۔ آپ کے سامنے موجود ہے۔" انسپکٹر جمشید نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن ابا جان۔ انگوٹھی کا معاملہ تو رہ ہی گیا۔ سراغ تو ہم اس انگوٹھی کے ذریعے ہی لگا پائے ہیں۔ اور اس کا ذکر تک آپ کی کہانی میں نہیں آیا۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں واقعی۔ اس انگوٹھی نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے، ورنہ ہمیں مجرم تک پہنچنے میں ابھی کچھ دیر لگتی۔ خیر سنو۔ میرا خیال ہے کہ بچوں کو قتل کرانے کے بعد عدنان کاکی نے لیڈی ڈاکٹر اور نرس کو بلیک میل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے انھیں دھمکی دی ہو گی کہ اگر انھوں نے آئندہ بھی اس کی ہدایات پر عمل نہ کیا تو وہ پولیس کو ان کے بارے میں سب کچھ بتا دے گا۔ وہ ڈر گئیں اور اس کے اشاروں پر ناچنے لگیں۔ اس طرح اس وحشی آدمی نے ان کے ہاتھوں کی انگوٹھیاں تک اُتار لیں تاکہ وہ کچھ نہ کر سکیں، لیکن وہ انگوٹھی۔ اس کی چھوٹی انگلی میں قدرے ڈھیلی تھی۔ حویلی میں پٹرول چھڑک کر اور آگ لگا کر

www.UrduFanz.com



وُہ خفیہ راستے سے بھاگ نکلا۔ لیکن ڈھیلی انگوٹھی بھاگنے کے دوران گر گئی۔ اور وُہ تمھارے ہاتھ لگ گئی۔ یہ ہے انگوٹھی کی کہانی۔ اور خان رحمان۔ یہ تھا تمھارے سُسر کا کیس۔ جو میں نے حل کر دیا۔"

انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رُک گئے۔

"اوہ! ارے! ایں؟" خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

"خیر تو ہے انکل۔ آپ کو کیا ہوا؟"

"بھئی۔ وُہ لاپتا شوہر کہاں گیا۔ مسز جبار بیگ کا ڈاکٹر شوہر؟" وُہ بولے۔

"اوہ ہاں۔ اس بے چارے کو تو ہم بھول ہی گئے۔ اس کے لیے مسز جبار بیگ کی کوٹھی کے باغ کو کھدوانا پڑے گا، کیوں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے نوزائیدہ بچوں کے قتل کا علم ہو گیا تھا اور وُہ یہ معاملہ پولیس کے علم میں لانا چاہتا تھا، لیکن اس کی بیوی بھلا کس طرح جیل جانا منظور کر لیتی۔ پہلے تو اس نے اپنے شوہر کو سمجھایا ہو گا اور جب وُہ کسی طرح نہ مانا ہو گا تو اس نے اسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔ اور شاید نرس کی مدد سے اپنے باغ میں کہیں دفن کر دیا۔ اس نے بعد میں پولیس کو اس کی اچانک گم شدگی کی اطلاع دی ہو گی۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔



"تب تو آپ کو باغ کی کھدائی شروع کرا دینی چاہیے تھی۔"

"ہاں! میں ابھی فون کیے دیتا ہوں۔ بہت جلد ہمیں اطلاع مل جائے گی کہ میرا خیال درست ہے یا نہیں۔"

"خیال تو آپ کا مشکل سے ہی غلط نکلتا ہے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید فون کرنے لگے۔ فارغ ہونے کے بعد وُہ بولے:

"اب چوں کہ ہم یہاں اپنا کام ختم کر چکے ہیں، اس لیے عادت کے مطابق۔" وُہ کہتے کہتے رک گئے۔

"عادت کے مطابق کیا؟" نواب فرقان جلدی سے بولے۔

"عادت کے مطابق یہ کہ اب ہم اجازت چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔ رات کو اس وقت اجازت۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" نواب فرقان بولے۔

"جی ہونے کو اس دُنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔ اس بات کو تو بس جانے دیں اور ہمیں اجازت دے دیں۔"

"بھئی ایسی بھی کیا جلدی؟" وُہ بولے۔

"آپ کو نہیں معلوم، جب ہم کسی جگہ کوئی کیس حل کر لیتے ہیں تو پھر وُہ جگہ ہمیں کاٹ کھانے کو دوڑنے لگتی ہے۔ نہ جانے اسے کیا ہو جاتا ہے۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

www.UrduFanz.com

بس کو کیا ہو جاتا ہے؟

جی۔ اس جگہ کو۔ اور کے: فاروق بولا۔

اور نواب فرقان مسکرانے لگے۔

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ
اور ــــ انسپکٹر جمشید سیریز ۹۱۳

# چکر بازی

مصنف: اشتیاق احمد

- انسپکٹر جمشید کو ایک خط ملا۔
- خط بہت پُر اسرار تھا اور اس میں ایک عجیب و غریب دعویٰ کیا گیا تھا۔
- انسپکٹر جمشید محمود، فاروق اور فرزانہ کے ساتھ تفتیش کے میدان میں اُترتے ہیں۔
- ملک کے ایک بہت بڑے آدمی پر خوفناک الزام لگائے گئے تھے۔
- اس شخص کو مستقبل کا سربراہ بننا تھا۔
- انسپکٹر جمشید ایک گھناؤنے آدمی کے چہرے سے نقاب اُلٹتے ہیں۔
- جو ناول کو پڑھیے ــــ قیمت: ۱۵ روپے ــــ

www.UrduFanz.com



# آیندہ ماہ شائع ہونے والے
# ناول

آیندہ ماہ آپ نئے ناول "چکر بازی" کے ساتھ مندرجہ ذیل پرانے ناول بھی پڑھیں گے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۶۱۴ — چکر بازی | انسپکٹر جمشید سیریز | ۱۵ | روپے |
| ۱۰ — جزیرے کا سمندر | مشترکہ مہم (خاص نمبر) | ۲۶ | " |
| ۱۴۲ — خاموش ہتھیار | انسپکٹر جمشید سیریز | ۱۵ | " |
| ۱۴۶ — اندھا ظلم | " | ۱۵ | " |
| ۱۴۷ — شوریدہ ساحل | " | ۱۵ | " |
| ۱۴۸ — حاتم کا بچہ | " | ۱۵ | " |
| ۱۴۹ — ہنگاموں کا شہر | " | ۱۵ | " |
| ۱۵۱ — قانونی کھیل | " | ۱۵ | " |
| ۱۵۲ — سی مون | " | ۱۵ | " |
| ۱۵۳ — لڑکی کا چہرہ | " | ۱۵ | " |
| ۱۸ — سنہری چٹان | قسط نمبر ۲ | ۱۵ | " |

www.UrduFanz.com